© rasailojaraid.com

اسلامی حکومت کا فلاحی تصوّر

مولانا محمد سعید الرحمن علوی

"اسلام" نام ہے امن و سلامتی اور صلح و آشتی کا ۔ حضور اکرم محمد عربی خاتم النبیّین والمعصومین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ سے پہلے بھی عقائد صحیحہ کے مطابق حیات گذارنے والوں کو مسلمان ہی کہا جاتا تھا مثلاً سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصّلاۃ و التسلیم کے واقعات کے ضمن میں ہے

اذ قال لہ ربہ اسلم، قال اسلمتُ لرب العٰلمین ـــــ فلا تموتن الا و انتم مسلمون[1]

جب اسے اس کے رب نے کہا کہ فرماں بردار (مسلم) ہو جا، تو کہا میں جہانوں کے پروردگار کا فرماں بردار ہوں ـــــ (اور ابراہیم و یعقوب علیہما السّلام نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی کہ) سو تم ہرگز نہ مرنا مگر درانحالیکہ تم مسلمان ہو۔

لیکن جس طرح باقی ہر چیز حضور اقدس علیہ التحیۃ والتسلیم کی ذات گرامی کے ساتھ ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے مکمل شکل میں سامنے آئی، یہی حال اسلام کا بھی ہے ارشاد ربانی ہے

الیوم اکملتُ لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔

کہ آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے[2]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن عزیز نے جس امت وملت کو "مسلمان" کے نام سے یاد کیا وہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والتسلیم ہی کی امت اور آپ کے نام لیوا ہیں ۔ اس کے سوا جو امم اور ملتیں ہیں انکا تشخص و تعارف دوسرے ناموں سے کرایا گیا اور لطف یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی بناء کعبہ کی دعاؤں میں اس امت کے لیے "امت مسلمہ" کا لفظ موجود ہے[۳]

اور ایک دوسرے مقام پر "امت" کو مخاطب کر کے کہا

ترجمہ: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے ربّ کی بندگی کرو، اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو — اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اُس نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی، تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اُسی نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا تھا الخ[۴]

گویا اس امت کا تعارفی اور تشخصی نام "مسلم و مسلمان" ہے اور اسے جو دین ملا وہ "دین اسلام" ہے — جیسا کہ ارشاد ہے:

بے شک دین اللہ تعالیٰ کے یہاں "الاسلام" ہی ہے[۵]

"دین اسلام ان ہدایات ربانی کا نام ہے جو قرآن مجید کی شکل میں قلب مصطفوی پر نازل ہوئیں اور آپ نے ان کو آگے منتقل فرمایا اور نہ صرف ان الفاظ قرآنی کو منتقل فرمایا بلکہ ان کی "تبیین و وضاحت" کا فرض بھی سرانجام دیا کہ جس خالق کائنات اور علیم و خبیر ذات نے آپ کو "الفاظ قرآنی" کی نعمت سے سرفراز فرمایا اُسی نے آپ کو "مبین" بھی بنایا تھا۔

اور ہم نے تیری طرف قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کے لیے واضح کر دے جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ سوچ لیں[۶]

اب صورت یہ بنی کہ ہدایات ربانی اور ان کی وہ وضاحت و تبیین جو معلّم انسانیت علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمائی — ہر دو کے مجموعے کا نام "الاسلام" ہے — اور یہی "الاسلام" ہے جس کو اعتقادا ماننے اور عملاً اپنانے سے انسانوں کو دارین کی فلاح میسّر آتی ہے ایک انسان جو اس دھرتی پر جیتا اور بستا ہے وہ سکون و فلاح کا متلاشی ہوتا ہے لیکن یہ دولتِ سرمدی بہت کم لوگوں کو میسّر آتی ہے کیونکہ اکثر لوگ اپنی حماقتوں، جہالتوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے راہ روی کے نتیجہ میں بھٹک کر رہ جاتے ہیں ۔ اور ظاہر ہے جب پاؤں پھسلتا ہے تو تھوڑی بہت چوٹ لگتی ہی ہے ۔ ٹھیک یہی حال انسان کے فکر و نظر کا ہے، بھٹکا ہوا دل اور بہکی ہوئی نظر کا ردِ عمل نہ ہو یہ ممکن نہیں ۔ وہ راسخ طبیعتیں جنھیں قدرت " سلامتی کی راہ " چلنے کی توفیق دے دیتی ہے، اُن کے لیے یہ اور آنے والی دنیا خیر و بھلائی کا گھر بن جاتی ہے اور انہیں دولتِ سکون میسّر آجاتی ہے انسانی آبادی کا ایک بڑا حصّہ ہمیشہ سے اور محمد عربی علیہ الصلاۃ والتسلیم کے بعد بھی " سلامتی کی راہ " کا دشمن رہا ہے، اس کے احوال سے فی الوقت بحث نہیں کہ یہ اس کا محل نہیں لیکن آج کی اِس دھرتی کا وہ ایک ارب سے زائد انسان جو اپنے آپ کو کلمہ گو کہتا اور مسلمان شمار کرتا ہے ۔ اس کا کیا حال ہے؟

- اس کی صفوں میں انتشار ہے ۔
- وہ ایک دوسرے کی جان و عزت کا دشمن ہے ۔
- سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے ۔
- معاشی اونچ نیچ اس کا مقدر ہے ۔
- جدید علوم و سائنس میں وہ غیروں کا محتاج ہے ۔
- اس کے شہروں اور قصبوں کی بڑی آبادی واجبی چھت اور عام ضروریات زندگی سے محروم ہے ۔
- اس کے عقائد کا حال پتلا اور ناگفتہ بہ ہے تو اس کے یہاں فرائض ربانی کی ادائیگی کا اہتمام نہیں ۔
- اخلاقی اقدار و روایات جو اس کا عظیم سرمایہ تھا وہ اس سے محروم ہے ۔

بات بالکل سچ ہے کہ

مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب

اقبال کے الفاظ میں مسلمان " خاک کا ڈھیر " ہے اور مظلوم مفکر و صاحبِ علم عبیداللہ سندھی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتے ہیں کہ انقلابِ روس کے بعد جب میرا روس جانا ہوا تو روس کی سیکنڈ لائن کے اکثر زعماء سے تفصیلی باتیں ہوئیں میں نے انہیں احساس دلایا کہ " معاشی مسائل " کے حل کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو نسخہ آپ نے تجویز کیا وہ وقتی بات ہے۔ مسائل پھر جنم لیں گے۔ اس مسئلہ کا پائیدار حل وہ ہے جو قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔ اور میں نے قرآن عزیز کے حوالہ سے وہ اصول انہیں سمجھائے وہ بے حد متاثر ہوئے اور افسوس کا اظہار کیا کہ انہیں ان حقائق کا علم پہلے نہ تھا (یہ بات مسلمانوں کے نظامِ دعوت و تبلیغ کے نقص کو ظاہر کرتی ہے جبکہ اسلام کے نام لیواؤں پر عصری تقاضوں کا بھرپور لحاظ کر کے اس کی دعوت و تبلیغ فرض و لازم ہے) لیکن جونہی انہوں نے پلٹ کر مجھ سے ان اصولوں کے مطابق عملی مملکت کا سوال کیا تو میرے پاس ندامت کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔"

جب مرحوم سندھی روس گئے اس وقت بھی مسلم حکومتوں اور مسلم حکمرانوں کی کمی نہ تھی اور آج جبکہ دریا کے پلوں تلے بڑی مقدار میں پانی گذر چکا ہے اور انقلاب روس پر ستر برس سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ خود روس میں جواں ہمت گورباچوف بڑی تبدیلیاں لا رہے ہیں۔ مسلم حکومتوں کی کمی نہیں بلکہ اب اسلامی سیکرٹریٹ ہے، اسلامی بینک ہے، اسلامی پریس ایجنسی ہے اور نہ معلوم اسلام کی نسبت سے کیا کیا ہے ؟ لیکن اسلامی اصولوں۔ عدل و احسان اور مشاورت۔ کی بنیاد پر کوئی حکومت موجود ہے ؟ بدقسمتی سے اس سوال کا جواب صریحاً نفی میں ہے اور یہ آج کی امت کا عظیم المیہ ہے۔

"مسلم امہ" کا وہ طبقہ جو ایسے ممالک میں قیام پذیر ہے جہاں کے حکمران اور اکثریتی آبادیاں مسلمان نہیں، وہ تو یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ہم مجبور ہیں لیکن وہ طبقہ جو آزاد، خود مختار اور اپنے ہی ممالک میں قیام پذیر ہے۔ اس کے پاس اس بات کا کیا عذر ہے کہ وہ اسلامی عدل و احسان اور مشاورت کی بنیاد پر اپنا اجتماعی نظام وضع نہیں کر سکا۔ وہ غیروں کے چبائے ہوئے لقمے نگل رہا ہے اور غیروں کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔ اس کا انجام واضح ہے کہ آج اس کا انگ انگ زخمی ہے۔ کہیں وہ شاہی نظام کی چیرہ دستیوں کا شکار ہے تو کہیں فوجی آمریت اور مادر پدر آزاد جمہوریت اس کے اعصاب پر سوار ہے۔ آج کا مسلمان اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ گویا اس طرح تہی دامن ہے کہ اس کے پاس نہ کوئی نظام ہے نہ کسی اجتماعی سسٹم کا خاکہ۔ البتہ اس بدنصیب امت کی سیاسی قیادت اور مذہبی وڈیرہ شاہی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب یہ خیال کرتی ہے کہ اس کا اقتدار خطرے میں ہے اور اس کے ظالمانہ اقتدار کے خلاف عوام کا ردعمل ہونے والا ہے تو وہ اسلام کی دہائی دے کر اپنی معصومیت کا اظہار کرنے لگتے نہیں چوکتے اور اس طرح عوام کی جذباتیت سے فائدہ اٹھا کر اسلام کی آڑ میں اپنے جرائم پر پردہ ڈال لیتے ہیں۔ آج معاشرہ میں جتنی خطرناک معاشی ناہمواری اور اونچ نیچ ہے اس کا اندازہ اس شعر سے ہو سکتا ہے جو ہمارے حالات کا صحیح عکاس ہے ؎

ہے اِدھر بھی آدمی ، ہے اُدھر بھی آدمی
اس کے جوتے پر چمک اُس کے چہرہ پر نہیں

اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ دو شعر بھی بہت اہم ہیں جو انہوں نے اختر شیرانی کی مشہور نظم "قحط بنگال" سن کر ایزاد کر کے اختر شیرانی کی نذر کر دیے۔ ؎

ملیں اس لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں
چمن کو اس لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

ایسا نظامِ اجتماعی جس میں وسائل رزق پر ایک طبقہ کی اجارہ داری ہو، اور عام لوگ بنیادی ضروریات تک سے محروم ہوں وہ نظام ظالمانہ ہوگا۔ اسلام کے نظامِ عدل سے اس کا دور کا بھی تعلق نہ ہوگا اور ایسے ظالمانہ اور سفاکانہ نظام کو "تقدیر الٰہی" اور "تقسیم الٰہی" قرار دینے والے اُس جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کی سنگینی کا انہیں احساس نہیں اور داورِ محشر کی عدالت میں انہیں اس کا جواب دینے کے لیے ابھی سے اپنے آپ کو تیار ہو جانا چاہیے۔

ہم زیر بحث موضوع میں یہ دکھانے کی سعی کریں گے کہ اسلام کس قسم کے فلاحی معاشرے کا تصوّر پیش کرتا ہے اور اسلام کا نظامِ عدل و احسان ہے کیا؟ جس کو اپنا کر آج کا دکھی انسان سکھ اور چین کی زندگی گذار سکتا ہے؟

لیکن ایک لمحہ رک کر اس تصویر کو سامنے لے آئیں جو اس دنیا کی اُس وقت تھی جب پیغمبر انسانیت و اسلام صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے سر پر تاج نبوت ابھی نہ رکھا گیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ محض " محمد بن عبداللہ الہاشمی القرشی " تھے ، البتہ آپ کی بلند و بالا اخلاقی عظمت کے حوالہ سے لوگ آپ کو " الصادق الامین " اُس وقت بھی کہتے تھے ۔ ہدایات ربانی کا نزول ابھی شروع نہ ہوا تھا ، دھرتی پر لوگ چلتے پھرتے تھے ، کاروبار اور معاملات کا سلسلہ رواں دواں تھا ، اُس وقت کے حالات اور ضرورتوں کے تحت اجتماعی نظام بھی موجود تھا لیکن حالات کیا تھے ؟ اس سوال کو یہاں حل کرنا ضروری ہے کہ تقابلی مطالعہ معاملات کی تہہ تک پہنچنے کا اچھا ذریعہ بنتا ہے ۔

تعرّف الاشیاء باضدادھا

وہ دور جب فاران کی چوٹیوں سے فلاح و اصلاح کی دعوت کا آغاز ہوا ، اُس وقت مذہب ، فنون لطیفہ ، تعمیرات ، ادبیات ، سیاسیات ، صنایع غرض ہر شعبہ میں انسان ترقی کی بڑی منازل طے کر چکا تھا ۔ ایران و روم کی متمدن اور طاقتور حکومتیں چشم فلک دیکھ چکی تھی بلکہ دیکھ رہی تھی ساتھ ہی ایک تیسری طاقت بھی خاموشی سے اپنا رول ادا کر رہی تھی یعنی چین کی خان بالغ حکومت ، پھر انسانی دماغ اہرام مصر سے لے کر ایلورہ ، اجنٹا اور آبا صوفیہ جیسی عمارتیں بنا چکا تھا ۔ انسانیت توریت کی گرمی اور انجیل کی نرمی ، وید کی ذات پات اور انگریز کی تقسیم در تقسیم پالیسی سب کچھ دیکھ چکا تھا ارسطو کی پالٹیکس اور مہابھارت اس کے ہاتھ مضبوط کر چکے تھے ۔ گویا اس وقت کا انسان مادی عظمت کے بڑے مدارج طے کر چکا تھا پر افسوس کہ ان کمالات کے باوصف روحانی بدنصیبی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور اخلاقی زوال کا سلسلہ بدستور جاری تھا ۔

ایرانی اپنی گوری رنگت کے سبب ناز کرتے اور ایسا کہ حبشہ اور ہند کے رہنے والے ان کے نزدیک " کورے " تھے تو عرب اپنی زبان کی ساخت اور ادائے مفہوم کی صلاحیتوں پر اتنا اتراتے کہ ساری دنیا کو " گونگا " خیال کرتے تھے

مصلح انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ گوری رنگت اور کسی زبان کا حسن اپنی جگہ ، لیکن یہ ایسی بات تو نہیں جس پر اترایا اور اکڑا جائے اپنے ہی بھائی بندوں کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے ۔ فاران کی چوٹیوں سے جو نغمہ برابر گونج رہا تھا اس میں دنیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والوں نے سنا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے ۔ (محض ترجمہ)
(وہ خالق کائنات جس نے تم سب کو پیدا کیا لیکن تم گمراہ کن تقسیم کا شکار ہو کر رہ گئے) اُس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے بے شک اس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں فہ

انسان کا عجیب معاملہ ہے وہ متضاد قسم کے جذبات کا حامل ہے اسمیں رحم کا جذبہ اور غضب کی قوت بیک وقت موجود ہے ۔ وعلیٰ ہذا القیاس مصلح اپنی تربیت سے وہ رخ متعین کر دیتا ہے کہ ان جذبات کے اظہار کا موقعہ و محل کیا ہے؟ ایک مظلوم ہمدردی کا مستحق ہے تو ایک ظالم اس قابل ہے کہ اس کو اسکے کیئے کی سزا دی جائے، یہی عدل ہے اور یہی انصاف کی سزا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام وانسانیت کی حسن تربیت نے ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ اس نغمہ لاہوتی کے سننے والے زبانوں اور رنگتوں کے اختلاف کے باوجود ایک کنبہ کے فرد بن گئے ۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

زبان ورنگ کے حوالہ سے اپنی برتری کا زعم رکھنے کی شدید بیماری کے ساتھ ساتھ اس وقت ایک اور سنگین بیماری پورے معاشرے کو چمٹی ہوئی تھی اور وہ تھی ذات پات کی تقسیم۔ جس کی بدترین شکل پڑوسی ملک میں اب بھی نظر آتی ہے ۔

ایک آدم وحوا کی اولاد اپنے اوپر دوسرے کا سایہ پڑنے نہ دیتی تھی علم وعرفان کی دنیا میں بخل کا یہ عالم تھا کہ کسی مقدس کتاب (وہ واقعۃً ہو یا انسانوں کے کسی گروہ نے اسے بنا دیا ہو) کو کوئی ایسا شخص چھوے پڑھے سن لے ۔ جسے معاشرہ اس کی اجازت نہ دیتا ہو تو اس کے کان میں پگھلا کر سیسہ ڈال دیا جاتا اور اس سے بھی بدتر سزائیں موجود تھیں اس کے علاوہ بھی نفرتوں کا ایک الاؤ تھا جو انسانیت کو بھسم کر رہا تھا لہ

لیکن عین اس گھڑی جب یہ حالت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی وہ صدا بلند ہوئی جس میں وحدت انسانیت کا پیغام تھا اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو بتلایا گیا کہ شعوب وقبائل کی تقسیم بے شک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے لیکن اس کا مقصد نفرتوں کے الاؤ روشن کرنا نہیں بلکہ اس کا مقصد محض باہمی تعارف اور بعض معاشرتی مسائل سے احسن طریق سے عہدہ برآ ہونا ہے باقی عزت و بزرگی وہ نہیں جس کے پیمانے ہمارے وضع کردہ ہیں بلکہ عزت و بزرگی حقیقت میں وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل ہو اور اس کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ (محض ترجمہ)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں (تو اس لیے) تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے[۲۰]

پھر معلوم ہے کہ کیا ہوا؟ وہی جس کا ذکر اقبال نے کیا ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور یہ محض شاعری نہیں، اسلامی تاریخ یہ ہے کہ "غلام زادہ اُسامہ" (رضی اللہ عنہ) کی قیادت میں جناب ابوبکر، عمر اور خالد و علی (رضی اللہ عنہم) میدان کارزار میں جارہے ہیں تو اس جنوبی ایشیا میں خانوادہ غلامان اور اس سے باہر مملوک خاندان کی حکومت نظر آتی ہے گویا

انسانوں کی اصولی اور فطری مساوات اور پرہیزگاروں کی اکتسابی فضیلت و برتری کے اس نئے نظریے نے وہ تمام مصنوعی بت ملیا میٹ کر دیے جو آج بیسویں صدی میں بھی غیر اسلامی سماجوں میں موجود ہیں اور انسانوں میں نہ ختم ہونے والی تلخی اور فساد انگیزی پیدا کر رہے ہیں[۲۱]

ایک اور مصیبت عظمیٰ جس نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا، وہ تھی "انتقامی جذبات کی لہر"، جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سالہا سال اور نسل در نسل یہی دھندا تھا۔

اس حوالہ سے صرف جزیرہ عرب کا ہی برا حال نہ تھا بلکہ روم و ایران (دو سپر پاورز اور اُس دور کے دو وڈیرے) کی ہزار سالہ کشمکش اور جنوبی ایشیا میں بدھ مت اور برہمنی جھگڑے بھی اسی طرح کے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی شخص کسی جگہ کے حالات کا وقت نظر سے جائزہ لے تو عجیب کیفیت اُس کے سامنے آئے گی، اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ فریق اوّل قصور وار ہے یا فریق ثانی۔ قریبی عہد میں امریکہ جاپان کے حالات کو پڑھا جائے تو کبھی امریکہ سے ہمدردی پیدا ہونے لگتی ہے کبھی جاپان سے۔ دراصل جہاں ضد تعصب ہٹ دھرمی اور مفادات کی کشاکش ہو گی وہاں یہی حالات ہوں گے کہ نجانیں محفوظ ہوں گی نہ مال اور آبرو۔ ہمارے دیہی معاشرے میں جہالت و تعصب کی گرم بازاری اب بھی کہیں کہیں نظر آنے لگتی ہے کہ مخالفت کے سبب رات کی تاریکی میں مخالف کا مکان جلا دیا جاتا ہے جس میں معصوم بچے اور خواتین تک بھسم ہو جاتی ہیں۔

اس مصیبت سے چھٹکارے کی ایک ہی شکل ہے کہ آدمی عفو و درگذر کا وطیرہ اپنائے اور یہ سوچ لے کہ جو ہوا سو ہوا (مضی ما مضی) مزید بات کو بڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟

لیکن اسلام کے ابر رحمت کے چھم چھم برسنے سے متصل قبل جو حالات تھے ان میں عفو و درگذر کا لفظ شاید ڈکشنری میں تھا ہی نہیں وہاں کا سماج تو ایسا ظالم تھا کہ وہ امام برحق۔ محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ۔ جن کو چند دن قبل لوگ "الصادق الامین" کہتے، اب ان کی جان کے درپے تھے۔ قرآن کی شہادت ہے۔

> اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں دیس بدر کر دیں۔ وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔[۳]

وہ "الصادق الامین" اور اس کے مٹھی بھر رفقاء پر مکہ معظمہ کی زمین تنگ کی جاتی ہے اور وہ بصد حسرت و یاس مکہ معظمہ کو چھوڑ کر حبشہ کے بعد یثرب (مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا رخ کر لیتے ہیں لیکن سرداران قریش اور ان کے حواری یہاں بھی تو پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ایک جنگ، دوسری جنگ، تیسری جنگ۔ پھر حدیبیہ کے مقام پر مکہ معظمہ کی حاضری سے روکنا۔ جبکہ اس مقام مقدس سے کسی کو بھی روکا نہ جاتا تھا۔ یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد۔

> ۸ھ میں جب مکہ معظمہ فتح ہوا اور اس طرح کہ کسی کی نکسیر تک نہ پھوٹی تو اس وقت مکہ میں قتل عام کیا جاتا۔ اہل مکہ کی جائیداد سے انہیں بے دخل کیا جاتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اُس دور کے سماج کے حالات کی مناسبت سے کوئی بری بات نہ ہوتی کہ ثار یا غیر مختتم انتقام کا جذبہ وہاں بہادری وعظمت کی دلیل تھی۔

لیکن ایسا ہوتا تو پھر اس پیغام صلاح وفلاح کے علمبردار محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کیا رہ جاتی؟

وہ تو امن وصلح اور آشتی وعفو ودرگذر کا نقیب بن کر مبعوث ہوا تھا اس لیے اس نے ایسا راستہ اختیار کیا جو بقول کسے

بہیمیت اور شیطانیت پر انسانیت کی فتح کا راستہ تھا[14]

یاد ہوگا کہ اُس وقت اُس نبی رحمت اور رسول انسانیت نے ۲۰، ۲۱ برس تک ستانے والوں اور پریشان کرنے والوں کو کیا کہا تھا؟ وہ لوگ بے شک ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے تھے لیکن کتابی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کے اخلاق کریمانہ کی توقع بھی اپنے دل میں رکھتے تھے۔ چنانچہ سب کو جمع کرکے آپ نے فرمایا

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاً

آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو[15]

گویا آپ نے اپنے عزیز بھائی سیّدنا یوسف علیہ الصلاۃ والتسلیم کے الفاظ مستعار لے کر عفو ودرگذر کا اعلان کیا انہوں نے حقیقی بھائیوں کے سالہا سال ستم برداشت کرنے کے بعد۔ اُس وقت جب وہ ملزموں کے سے انداز میں شاہ مصر کے سامنے کھڑے تھے۔ اور شاہ مصر (یوسف عزیز علیہ السلام) چاہتے تو ایک نگاہ اٹھا کر ان کا کام تمام کروا سکتے تھے لیکن نہیں، انہوں نے کہا تو یہ کہا کہ

آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے[16]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتقام لینا مشکل نہ تھا۔ جاں نثاروں کا بڑا گروہ ساتھ تھا۔ قریش گرفت میں تھے اور سالہا سال کی پریشانیوں کے بعد ایسا کرنے پر شاید آنے والا مورخ بھی آپ کو حق بجانب ہی کہتا لیکن فائدہ کیا ہوتا؟

کیا آپ کے جو پیارے شہادت سے سرخرو ہو چکے تھے وہ واپس آجاتے؟ زخم مندمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوجاتے ؟ اہل مکہ کی جائیدادوں پر قبضہ سے آپ کے احباب کے نقصانات کی تلافی ہوجاتی۔ شاید ہو بھی جاتی لیکن آپ جائیداد کی تلافی کے لیے نہیں۔ دلوں کو فتح کرنے تشریف لائے تھے کیونکہ

دلوں کو جو فتح کرلے ، وہی فاتح زمانہ

چنانچہ یہی ہوا کہ " صدائے لاتثریب " کے الفاظ کی گونج ابھی باقی تھی کہ اہل مکہ کے دل پگھل گئے اور " الصادق الامین " کہنے والے اب آپ کے عفو و درگذر کے بھی معترف ہوکر بندگان بے دام بن گئے۔

دنیا نے اس واقعہ کے بعد بھی کئی انقلاب دیکھے لیکن افسوس کہ کسی آئزن ہاور کسی اسٹالن اور کسی خمینی کو سمع وطاعت کے بھرپور جذبات کے ساتھ اس سنت مصطفوی پر عمل کی توفیق نہ ہوئی۔ ورنہ یہ دنیا امن وچین کا گہوارہ بن جاتی اور جنگ کی لعنت سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل ہوجاتی۔

آج چاروں طرف امن وآشتی کے جھوٹے نعرے تو ہیں لیکن فلسطین، افغانستان، ویت نام، جنوبی افریقہ اور کہاں کہاں ظلم کی گرم بازاری ہے اور کون کر رہے ہیں وہی جو امن کے ٹھیکیدار اور اجارہ دار ہیں، جن کے منہ کو انسانیت کا خون لگ چکا ہے اور جو بھیڑ نما بھیڑیے ہیں جو اپنے اسلحہ کے کارخانوں کی چمنیاں گرم رکھنے کے لیے اپنی بدبختیوں سے باز نہیں آتے۔ جو اپنے سے اختلاف رکھنے والے ممالک کے طیاروں کو مار گرانا اور غریب مسافروں کی زندگی سے کھیلنا اپنا حق سمجھتے ہیں اور پھر اس پر لطف یہ کہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ انہوں نے تلوار کے زور سے کام چلایا سبحانك هذا بهتان عظيم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ایک اور بڑی سنگین خرابی جو نظر آتی ہے، وہ ہے مقصد و تصوّر حیات کے سلسلہ میں انسان کی بے اعتدالی اور افراط و تفریط۔

مثلاً اس دور کا ایک اہم مذہبی اسکول " بدھ مت " تھا جس نے نفس و روح کے تزکیہ پر انسان کو اس طرح مرتکز کردیا تھا کہ ان کے نظام میں خالق و مالک کی کوئی جگہ اور ضرورت ہی باقی نہ رہ گئی تھی اور حال یہ تھا کہ انسان دور رس مقصد کے بغیر اپنے فطری قوی کے استعمال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واستفادہ سے محروم کر دیا گیا تھا۔

عیسائیت تھی تو اس کا حال یہ تھا کہ "پہاڑی کا وعظ"، جو سراسر رحم و محبت کا وعظ ہے۔ ایک طرف تو اس کا شہرہ تھا دوسری طرف یہ کہا جاتا تھا کہ

قیصر کی چیزیں قیصر کو اور خدا کی چیزیں خدا کو دیدو۔

اس سے شرک کا تصور لازم تو آتا ہی تھا، سیاست و مذہب کی دائمی جدائی بھی پیدا ہو گئی تھی جس کے نتیجہ میں سیاست کو اخلاق سے الگ کر دیا گیا اور یہ باور کرایا گیا کہ گویا سیاست کو اخلاق کی ضرورت ہی نہیں۔

جب اخلاقی قدریں اس طرح ملیامیٹ ہو جائیں تو صاحب اقتدار جیسا بے رحم، ظالم اور سفاک ہو جائے گا اس کے لیے کسی فلسفہ کے بھگارنے کی ضرورت نہیں۔

مذہب عوام کا پرائیویٹ معاملہ بن کر رہ گیا تو ایک بادشاہ عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا۔ اسے بیک وقت بادشاہی سے وفادار رہنا پڑتا تھا تو کلیسا کے مفادات میں تصادم کی صورت میں راسخ العقیدگی بھی اختیار کرنا پڑی اب سوچیں کہ ایک شخص سپاہی اور فوجی ہے تو وہ پہاڑی کے وعظ پر کس طرح عمل کرے گا اور ہر شخص راہب بن جائے تو نسل انسانی کی بقا کا کیا بنے گا؟

الغرض افراط و تفریط کا یہ حال تھا کہ کوئی مذہب دنیا سے کنارہ کشی کا حکم دیتا تو کوئی دنیوی مفادات میں سرمست ہونے کو ہی زندگی کا مقصد قرار دیتا۔

اسلام نے ایسا تصور حیات دیا جس میں "ظواہر دنیا" میں بھرپور جدوجہد کے ساتھ "عقبیٰ" نگاہوں سے اوجھل نہ ہو تلاش کیجیے دنیا بھر کے نوشتوں میں، یہ بات آپ کو کہیں نظر آتی ہے؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں، اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے[۲]

یہ تصور حیات دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کے ذریعہ کہ دنیا بھی بھلی اور آخرت بھی بھلی۔ ہم دنیا بھر کی مخلوق سے استفادہ کریں لیکن خود اللہ تعالیٰ کے لیے وقف رہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا میں بھرپور طریق سے رہ کر دنیا سے کنارہ کش ۔

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

بعثت نبوی کے وقت جو غلط افکار انسان کا سرمایہ حیات تھے ان میں ایک بات یہ تھی کہ مذہبی تعصب اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا ۔ ہر طبقہ نجات کا اجارہ دار تھا اور ستم یہ کہ ہر دوسرے کے لیے مذہب کا دروازہ بند کر رکھا تھا ۔

یہودی اس ہٹ دھرمی کا شکار تھے کہ مذہب نسل میں محدود ہے اور یہی بات ہندوستان میں تھی بلکہ آج کی انجیل بھی حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے منسوب یہ قول دہراتی ہے کہ

میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے
آیا ہوں مجھے باقی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ "عمل" کا خانہ ہر جگہ خالی تھا خیال یہی تھا کہ کسی مذہبی گروہ میں داخل ہونا ہی سب سے بڑا عمل ہے یہ قرآن کا معاملہ ہے کہ اس نے "آمنوا" کے ساتھ "عملوا الصالحات" کا تکرار ذکر کیا ۔ اتنی مرتبہ کہ شاید کوئی بات اتنی مرتبہ نہ دہرائی گئی ہو ۔

نسلی اور پیدائشی مذاہب کے متعلق صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ :

جب صور پھونکا جائے گا تو اُس دن میں نہ رشتہ داریاں رہیں گی اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا (بلکہ کامیاب کون ہوگا) پھر جن کا پلّہ بھاری ہوا (اعمال خیر کا پلڑا) تو وہی فلاح پائیں گے اور جن کا پلّہ ہلکا ہوگا تو وہی یہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کیا ، ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہونگے[۸] لہ

گویا مرشد جامی کے الفاظ میں

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ساتھ ہی پیغمبر اسلام نے وحدت انسانیت کی طرح وحدت نبوت و رسالت کا سبق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑھایا اور مختلف طبقوں اور مذہبی تعصبات میں بٹی ہوئی انسانیت کو باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت یہ رہا ہے کہ "کوئی طبقہ ایسا نہ تھا جس میں کوئی ہادی نہ آیا ہو"۔[۱۹]

قرآن کریم نے تبلایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں کہ بعض کو مانتے اور بعض کو نہیں مانتے ان کی گمراہی ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے حقیقی مومن اور راست رو وہ ہیں جو ایمان باللہ کے ساتھ سب رسولوں کو مانتے اور ان میں تفریق نہیں کرتے۔[۲۰]

رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے وداعی سفر فرمانے سے تین سال قبل دنیا کے عیسائی حکمرانوں کو جو دعوتی خطوط لکھے ان میں اس آیت کا بطور خاص حوالہ دیا۔

اے اہل کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان برابر (قدر مشترک) ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے۔[۲۱]

قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس نے اپنے متعلق واضح کیا کہ وہ پہلی کتابوں کی مصدق اور ان کے مضامین کی "مھیمن" نگہبان ہے۔[۲۲]

پھر قرآن عزیز میں دو مقام پر آیت تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ ارشاد فرمائی گئی جس میں ہر اُس انسان کے لیے جزا بخشش اجر عظیم اور خوف و حزن سے اطمینان کا وعدہ ہے جو ایمان و عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہو۔[۲۳]

بعثت نبوی کے وقت اور اس سے پہلے جن مسائل نے انسانی معاشرہ کو مبتلائے مصیبت کر رکھا تھا ان میں ایک مسئلہ دولت و افلاس کا تھا جس نے بڑی ہی سنگین شکل اختیار کر لی تھی۔

حالت یہ بن گئی تھی کہ دولت مند طبقہ اور زیادہ دولت مند ہوتا چلا جا رہا تھا تو مفلس کا افلاس برابر اضافہ پذیر تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مختلف مذاہب نے بے شک "خیرات" کا ذکر ضرور کیا تھا لیکن محض ترغیب کی حد تک۔ لیکن ظاہر ہے کہ "ترغیب" کے راستے خیر کی راہ اپنانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ ترغیب کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی درجہ میں لزوم بھی ضروری ہے، ایسا نہ ہو تو سرمایہ دار طبقہ کی طبعی کنجوسی اور بخل اپنا رنگ جما کر رہتی ہے۔

اسلام سے پہلے "مزدک" نے ردعمل کے طور پر اشتراکیت کی تحریک بپا کی لیکن ہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رد عمل کی تحریک کی طرح اس میں بھی نفرت و حسد کا جذبہ کارفرما تھا اس لیے مال و جائیداد کے ساتھ ساتھ عورت کو جائیداد میں شامل کر کے ازدواج کے تقدس کا خاتمہ کر دیا اور خاندان کی بنیادیں ہلا دیں۔

اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی دولت اور مادی نعمتوں میں اپنے طبقہ کے افراد کو شامل کرنے کے پاکیزہ جذبات کے حوالہ سے ہر مسلمان اشتراکی بھی ہے لیکن اس سے آگے کوئی بھی طریق بے غیرتی ہے یا ننگا پن اور فطرت سے بغاوت۔

اسلام نے اس صورت حال کو متوازن بنانے کے لیے "گردش دولت" کا دستور العمل دیا۔

تاکہ وہ (دولت) تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتی رہے[۲۴]

"گردش دولت" کی راہ کا سب سے بڑا روڑا "سود" تھا اس کی جڑ کاٹی گئی اور اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کے ساتھ جنگ کا اعلان فرما دیا اور سود کی رقومات سے دست برداری کا واضح حکم ارشاد فرما دیا[۲۵] وراثت کا پورا نظام وضع فرمایا یہ بھی ایک طرح "گردش دولت" کی ہی شکل ہے۔ زکوٰۃ۔ صدقات واجبہ اور اس طرح کی لازمی ذمہ داریوں کے ساتھ "العفو" کی عظیم الشان اخلاقی تعلیم سے سرفراز فرمایا جس کا سیدھا سادا مفہوم یہ ہے کہ جو دولت تمہاری جائز ضرورتوں سے زائد ہے اسے دوسروں کی طرف منتقل کر دے (اس پہ تفصیلی بحث آگے آئے گی)

بہر حال یہ ایسے اشارات تھے جن کا ذکر اس لیے ضروری تھا کہ اسلام جو انسانیت اور صلاح و فلاح کا دین ہے، اس کے نزول کے وقت دنیا کس جہنم کدہ میں پڑی بھسم ہو رہی تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن عزیز کے ساتھ ساتھ اس کی تبیین کے طور پہ انسانیت کو جو کچھ دیا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمالیں تاکہ چند نکات ذہن میں جم جائیں۔

جمعہ ذی الحجہ ۱۰ھ کو جبل الرحمۃ پر سے میدان عرفات کے ڈیڑھ لاکھ حاضرین کو حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطاب فرمایا تھا اسے تاریخ نے خوش قسمتی سے محفوظ رکھا ہے۔ اس خطاب کو انسانیت کا منشور اعظم کہا جا سکتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

ا۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں۔ اسی سے مدد چاہتے ہیں اسی سے معافی مانگتے ہیں۔ اسی کے پاس توبہ کرتے ہیں اور ہم اللہ ہی کے ہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے نفس کی بُرائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے تو پھر کوئی اُسے بھٹکا نہیں سکتا۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو پھر کوئی اُس کو ہدایت پر نہیں لگا سکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کا بندہ اور رسُول ہے۔

۲۔ اللہ کے بندو! میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید اور اس کی اطاعت پر پُر زور طور پر آمادہ کرتا ہوں۔ اور میں اسی سے ابتدا کرنا چاہتا ہوں، جو بھلائی ہے۔

۳۔ اما بعد۔ لوگو! مجھ سے سُنو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید اس سال کے بعد میں اِس جگہ تم سے پھر نہ مِل سکوں۔

۴۔ لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لیے (ایک دوسرے پر) اپنے رب سے ملنے (قیامت) تک حرام ہیں۔ ایسے ہی حرام و محترم جیسے تمہارے آج کے دن، آج کے مہینے اور شہر کی حرمت ہے ہاں کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۵۔ جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اس کو ادا کر دے جس نے وہ اس کے پاس امانت رکھائی۔

۶۔ خبردار۔ جاہلیت کا سود گرایا جاتا ہے۔ البتہ تمہارے لیے راس المال پر حق ہوگا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ کوئی سود نہ رہنے پائے۔ اور پہلا سود جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ میرے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کا ہے۔

۷۔ خبردار! جاہلیت کے خون گرا دیے جاتے ہیں اور پہلا خون جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ (میرے چچا زاد بھائی کے بیٹے) عامر بن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کا ہے۔

۸۔ خبردار! جاہلیت کے آثار و عہدے گرا دیے جاتے ہیں۔ بجز (خانہ کعبہ کی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھوالی اور (حُجاج کو) پانی پلانے کے۔

۹۔ قتل عمد پر قصاص ہے۔ مشابہ عمد وہ ہے جس میں لٹھ اور پتھر سے موت واقع ہو۔ اس میں سو اونٹ (خون بہا ہیں) جو اس میں زیادتی (کا مطالبہ) کرے تو وہ جاہلیت والا ہے۔ ہاں۔ کیا میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۰۔ لوگو! شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اِس سرزمین میں اُس کی پوجا ہو۔ لیکن وہ اس پر راضی ہے کہ اس کے سِوا دیگر ایسی باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے جن کو تم اپنے اعمال میں حقیر سمجھتے ہو اس لیے اپنے دین کے متعلق اس (شیطان) سے محتاط رہو۔

۱۱۔ لوگو! سال کی کبیسہ گری کفر میں ایک زیادتی ہے۔ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اس کے باعث بھٹکائے جا رہے ہیں۔ وہ اسے ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور اسے ایک سال حرام کر لیتے ہیں تاکہ اس تعداد کا تکملہ کر لیں جو خدا نے حرام کر رکھی ہے اسطرح وہ خدا کی حرام کردہ چیز کو حلال کر لیتے ہیں۔ اور خدا کی حلال کردہ چیز کو حرام۔ حقیقت میں اب زمانہ چکر لگا کر پھر اسی شکل پر آگیا ہے جیسا کہ خدا کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کے دن تھا۔ بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے پاس اللہ کی کتاب میں اس کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے ہی کے دن بارہ مہینے لکھی ہے۔ ان میں سے چار حرام ہیں۔ تین پے درپے اور ایک تنہا۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ اور محرم اور (قبائل) مضر کا رجب جو کہ جمادی (الآخرہ) اور شعبان کے بیچ میں ہے۔ کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۲۔ لوگو! تمہاری عورتوں کے لیے تمہارے اوپر ایک حق ہے۔ اور تمہارے لیے ان کے اوپر یہ کہ تمہارے سوا کسی اور سے نہ روندوائیں اور تمہارے گھروں میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی ایسے کو داخل نہ ہونے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اور کوئی بڑے فحش کام کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان پر سختی کرو۔ ان کے ساتھ سونا بند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرو۔ یا ان کو غیر شدید ضرب پہنچاؤ۔ اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم پر ان کا اچھے دستور سے کھلانا اور پہنانا لازم ہے۔ عورتوں کے متعلق بھلائی کی تمہیں تاکید ہے کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی کی سی ہوتی ہیں اور اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں اور تم ان کو اللہ کی امانت کے طور لیتے اور اللہ کے بول پر ان سے تمتع اپنے لیے حلال کرتے ہو اس لیے عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان سے بھلائی کی تمہیں تاکید ہے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۳۔ لوگو! تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں، بجز اس کے وہ اس کی طبعی خوشی سے ہو۔

۱۴۔ لہذا میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جب تم اسے تھامے رہو، میرے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ۔ کیا میں نے پہونچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۵۔ لوگوں تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک۔ تم سب آدم سے ہو۔ اور آدم مٹی سے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقوی کے۔ ہاں کیا میں نے پہونچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

لوگوں نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا تو پھر حاضر کو چاہیے کہ غائب تک پہنچا دے۔

۱۶۔ لوگو! اللہ نے ہر وارث کے لیے ورثے میں سے اس کا حصّہ مقرر کر دیا ہے۔ اب وارث کے لیے کسی مزید وصیت کی اجازت نہیں۔ اور (کسی اور کے حق میں بھی ایک تہائی (مال) سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ بچّہ بستر (کے مالک) کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملیں گے۔ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرے یا اپنے مولا (معاہداتی بھائی) کے سوا کسی اور کو مولی بنائے تو اس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے ۔ اس سے (تلافی کے لیے) کوئی خرچ اور کوئی بدلہ قبول نہیں ہوگا ۔ والسّلام علیکم ۔

اس خطبہ مبارکہ کا ایک ایک لفظ قابل غور و فکر ہے ۔ لیکن ہم توجہ دلانا چاہیں گے ان نکات کی طرف (۴ ۔ ۵ ۔ ۶ ۔ ۱۳) جن میں کسی نہ کسی حوالہ سے مالی معاملات کا تعلق ہے اور خاص طور پر نکتہ ۶ کی طرف ، جس میں سودی معاملات کا قصّہ تمام کرنے کا ذکر ہے اور اس مصلح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو انسانیت و فلاح کا علمبردار بن کر دنیا میں آیا ، اس نے محض زبانی جمع خرچ میں وقت نہیں لگایا بلکہ عمل و کردار کے انداز میں مسائل حل کیئے کہ اپنے حقیقی چچا (آپ کے چچاؤں میں سے دو ہی مسلمان ہوئے سید الشہدا حضرت حمزہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما ۔ حضرت حمزہؓ شہید احد ہیں حضرت عباسؓ آپ کی وفات شریفہ کے بعد بھی کافی عرصہ زندہ رہے ۔ بہت مال دار اور صاحبِ ثروت تھے ان کا کاروباری حلقہ وسیع تھا اور اسی نسبت سے لوگوں کے ذمہ ان کے قرضے مع سود تھے) جناب عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لوگوں کی ذمہ واجب الادا رقومات کا سودی حصّہ اڑا دیا ۔

ساتھ ہی وہ نکات قابل غور ہیں جن میں عزت و خون کے تحفظ کا ذکر ہے ۔ خون کے معاملہ میں بھی رسول رحمت نے اپنے گھرانے سے ابتدا کی اور اپنے چچازاد بھائی کے بیٹے کا خون معاف کر کے امن و رحمت کا دروازہ وا کیا ۔

دنیا میں فتنہ و فساد کی یہی بنیادیں ہیں ۔ انہوں نے دنیا کا امن تہہ و بالا کر رکھا ہے ، آپ نے ان جڑوں کو کاٹ کر انسانیت کیلیے امن ۔ فلاح اور ترقی کی مشعل روشن کی اور دنیا نے اس کا پھل کھایا ۔

آج کی مسلم دنیا اگر گوناگوں مصائب کا شکار ہے تو اس کا واضح سبب یہی ہے کہ قرآن کی چوٹیوں سے جو روشنی طلوع ہوئی تھی اسے ہم نے نظر انداز کر کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنی شروع کر دی ہیں ۔

اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہوگی کہ گھر میں موجود جواہرات کو چھوڑ کر باہر کی ٹھیکریوں پر ہم لٹو ہو جائیں ۔ ایسی صورت میں انسان دھوبی کا کتا بن کر رہ جاتا ہے جو گھر کا ہوتا ہے نہ گھاٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا، یا اس کی مثال اس کوّے کی سی ہو جاتی ہے جو ہنس کی چال سیکھنے کے چکر میں اپنی چال بھی بھول جاتا ہے۔

آج کے دور پر معاشیات کی چھاپ لگ چکی ہے اور یہ دور معاشیات کا دور کہلانے لگا ہے۔ پاکستان کے پڑوسی عظیم ملک روس میں ۱۹۱۷ میں جو زبردست انقلاب آیا، اس کی بنیاد معاشیات ہی کا مسئلہ تھا۔ دنیا واضح طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور اس کا تشخص معاشیات ہی کے حوالہ سے سامنے آرہا ہے۔ اس لیے آج کی صحبت میں ہم اپنے قارئین کے سامنے اسی نسبت سے اپنی گذارشات پیش کرنے کی سعی کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام دینا کو کن بنیادی حقوق کا مستحق قرار دیتا ہے اور ان مسائل کے حل کے لیے اس کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

ہمیں یہ محسوس کرنا چاہیے کہ اسلام انسانیت کا دین ہے۔ اسلام لانے والے پیغمبر نے انسانیت کا احترام بحال کرنے اور انسانی مسائل حل کرنے کی غرض سے زبردست جدوجہد کی اور جب اس مصلح اعظم کی دنیا سے روانگی ہوئی تو دولت و ثروت کی بنیاد پر نہ کوئی نفرت تھی نہ باہمی حسد و رقابت کی فضا۔ دولت والے اپنے آپ کو دولت کا مالک نہیں امین سمجھ کر امانتداری کا حق ادا کیا اور کمزور معیشت کے علمبرداروں نے کسی قسم کے ردعمل کا شکار ہوئے بغیر جہد و عمل کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور قناعت کی راہ اپنائی۔

باہمی احترام کا یہ عالم تھا کہ غلام و آقا کی تمیز مسجد کی صف میں ہی نہیں دسترخوان کی بھی ختم ہو گئی اور وہ جو اقبال نے کہا ہے کہ "دنیا میں کوئی محتاج نہ رہے"، یہی شریعت ہے یہی دین ہے، اس کا دنیا نے نظارہ کر لیا۔

مال و دولت کے حوالہ سے قرآن عزیز نے دو تصورات اور خیالات پیش کئے ہیں ایک قارونی نظریہ ہے دوسرا اسلامی اور قرآنی۔ "قارون" اس میں شک نہیں کہ ایک فرد کا نام ہے، لیکن قرآن عزیز نے جس انداز سے اس کا ذکر کیا وہ ایک مستقل نظریہ ہے جس کی آج کے دور میں یورپی اور اب اس کے جانشین امریکی سامراج کے مالی تصوّر و نظام "کیپٹلزم" سے تعبیر کی جا سکتی ہے سورۂ قصص کی متعلقہ آیات کا پہلے ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔ پھر آگے چلیں گے:

بے شک قارون موسیٰ (علیہ السّلام) کی قوم میں سے تھا، پھر ان پر اکڑنے لگا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے اسے اتنے خزانے دیے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں ۔ جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا اِترا مت ، بے شک اللہ تعالےٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔

اور جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصّہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو ، بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔

کہا (قارون نے) یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے ۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اُس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں اور گنہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا ۔

اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے نکلا جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے اے کاش ہمارے لیے بھی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ قارون کو دیا گیا ہے ، بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے اور علم والوں نے کہا تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک کام کیا ، مگر صبر کرنیوالوں کے سوا نہیں ملا کرتا ۔ پھر ہم نے اُسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کی کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اُسے اللہ تعالیٰ سے بچا لیتی اور نہ وہ خود بچ سکا ۔ اور وہ لوگ جو کل اُس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے شامت !
اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا اور تنگ کر دیتا ہے ۔ اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ۔ ہائے ! کافر نجات نہیں پا سکتے ۔ یہ آخرت کا گھر ہم انہیں کو دیتے ہیں جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے تو نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے[۲۷]

ہم نے قارون سے متعلق ساری آیات کا ترجمہ اس لیے نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کے سامنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساری تفصیل آ جائے اور معلوم ہو جائے کہ
قارون کون تھا ؟
اس کی دولت و ثروت کی بہتات کا کیا حال تھا ؟
اس کی قوم کے بھلے اور اچھے افراد نے اس کو کس طرح نصیحت کی ؟
اور اُس دور کے پیغمبر معصوم سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام نے اس کو کس طرح فہمائش کی ؟
ان سب کے جواب میں اُس نے کیا کہا ؟
اُس نے اپنی دولت و ثروت کی نمائش کس طرح کی ؟
اور اس نمائشی کردار کو دیکھ کر اس کے دور کے کم عقلوں کے منہ میں کس طرح پانی بھر آیا ؟
جبکہ اُس دور کے ارباب علم و دانش کا ردعمل کیا تھا ؟
اس کا انجام کس طرح سامنے آیا اور اس صورت حال کو دیکھ کر اس کے مرتبہ کی خواہش کرنے والے کس طرح لرزنے لگے ؟
آخرت کی نعمتیں اور بھلائیاں کن لوگوں کا مقدر ہوں گی ؟

ان سوالات کے جوابات ترجمہ سے ہی واضح ہو جاتے ہیں ۔ تاہم بعض جلیل القدر مفسرین کی نگارشات ضرور ملاحظہ فرمائیں :

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حواشی قرآن منسلکہ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ میں فرمایا : کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا چچا زاد بھائی تھا..... مفاتح یعنی کنجیوں کی تفسیر مفسرین کے ایک طبقہ نے خزانوں سے کی ہے کہ اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت اسے بمشکل اٹھاتی جبکہ بعض نے اپنے اصل پر رکھ کر کنجیاں ہی تفسیر کی کہ اتنے صندوق تھے جن کی کنجیوں کا یہ حال تھا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ...... قوم کے بھلے افراد نے اترانے سے روکا تو پیغمبر نے خیر و بھلائی کی تلقین کی کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اس کے ذریعہ خیر و بھلائی کمانی لازم ہے نہ کہ اس کے ذریعہ آدمی زمین میں فساد اور خرابی کا بیج بوئے ...... اس نالائق نے اسے عطیہ ربانی خیال کرنے کے بجائے اپنے علم و ہنر کو سبب کمائی قرار دیا اور یہ نہ خیال کیا کہ اس سے پہلے کتنے ہی زور و زر والے تباہ ہو چکے ہیں ..... لباس فاخرہ پہن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر خدام و حشم کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ نکلا (جیسے اب بھی وڈیروں کا حال ہے گو اب نمائش دولت کی تکنیک ذرا بدل گئی ہے لیکن سرمایہ پرست کرتے ایسی ہی حرکات ہیں).....
کم عقل تو اس صورت حال کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر لائے کہ ہمارے پاس بھی ایسے ہی دولت و وسائل ہوتے لیکن اہل علم ؓ نے ایمان و اعمال صالحہ کی دولت سرمدی کی طرف توجہ دلائی اور بتلایا کہ یہ لازوال دولت صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے والوں کو میسّر آتی ہے۔

اور پھر جب قارون اپنی حویلیوں سمیت غرق زمین ہوا تو اس کی ریس کرنے والے لرز اُٹھے ورنہ ان کا بھی یہی حال ہوتا تب ان کو یہ بھی خیال آیا کہ رزق کی کمی بیشی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے اور وہ ہی بہتر حکمت جانتا ہے کہ اس میں کیا راز ہے۔ اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ آخرت کی سرخروئی ان کا مقدر ہے جو نہ تو اس دھرتی پر اپنی بڑائی کے متمنی ہوتے ہیں اور نہ ہی فساد و بگاڑ کی راہ اپناتے ہیں (جس طرح بہت سے ارباب اقتدار۔ ارباب سیاست، ارباب علم و دانش اور ارباب دولت کا رویہ ہے کہ وہ ان "نعمتوں" کو خیر و بھلائی کے لیے استعمال کرنے کے بجائے منفی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں)[29]

"تورات" میں قارون سے متعلق جو کچھ ہے وہ یہ ہے۔

اور قورح (قارون کا نام) بن اضہار بن قہات بن لاوی نے بنی روبن میں سے الیاب کے بیٹوں داتن اور ابیرام اور پلت کے بیٹے اون کے ساتھ مل کر اور آدمیوں کو ساتھ لیا اور وہ اور بنی اسرائیل میں سے ڈھائی سو اور اشخاص، جو جماعت کے سردار اور چیدہ اور مشہور آدمی تھے، موسیٰ کے مقابل میں اٹھے اور وہ موسیٰ و ہارون ؑ کے خلاف اکٹھے ہو کر کہنے لگے تمہارے تو بڑے دعوے ہو چلے کیونکہ جماعت کا ایک ایک آدمی مقدس ہے اور خداوند ان کے بیچ رہتا ہے سو تم اپنے آپ کو خداوند کی جماعت سے بڑا کیونکر ٹھہراتے ہو؟[30]

مولانا امین احسن اصلاحی نے اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے چچا کا لڑکا قرار دیا اور بتلایا کہ اسے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی سیادت پر بڑا حسد تھا اس لیے اس نے آپ کے بالمقابل سر اٹھایا اور بغاوت کی راہ اپنائی[31] اور یہی شہادت تورات کی ہے جس کا اقتباس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا نے نقل کیا اور ہم نے بھی استشہاد کے طور پر نقل کیا۔

مولانا اصلاحی نے لکھا ہے کہ

اس زمانہ میں خزانوں کی حفاظت کے لیے اس طرح کی تجوریاں، آہنی الماریاں اور سیف نہیں ہوتے تھے جس طرح کے ہمارے زمانے میں ہوتے ہیں اور نہ اس طرح کے صیقل کردہ قفل اور کنجیوں ہی کا رواج تھا جن کا اب ہے۔ اس زمانہ کے بڑے سرمایہ دار بالعموم زمین دوز خزانے بناتے اور ان کو محفوظ کرنے کے لیے ان کے پھاٹکوں اور دروازوں میں بڑے بڑے آہنی کنڈے لگا کر ان میں بھاری بھاری آہنی اڑنگے، جو خاص اسی غرض کے لیے تیار کیے جاتے، پھنساتے۔ ان اڑنگوں کو پھنسانا اور ان کو کھولنا دونوں ایک مشکل کام ہوتا اور ان کے تمام لوازم مل ملا کر ایک بھاری بوجھ بن جاتے جب بھی ان کو ہٹانے یا اٹھانے کی ضرورت پیش آتی تو ایک طاقتور جماعت کی ضرورت ہوتی[۳۲]

مولانا اصلاحی نے قارون کے عبرت ناک انجام کے حوالہ سے لکھا ہے:

کہ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سیدنا موسیٰؑ نے دیکھا کہ سامری کے فتنہ کے بعد ان کی قوم میں ایک اور فتنہ کھڑا ہو رہا ہے تو انہوں نے قارون اور ان کے رفقاء کو خیمہ اجتماع کے سامنے مباہلہ کی دعوت دی ....[۳۳]

اس سلسلہ میں تورات کا ضروری حصّہ یہ ہے۔

اور داتن اور بیرام اپنی بیویوں، بیٹوں اور بال بچوں سمیت نکل کر اپنے خیموں کے دروازوں پر کھڑے ہوئے۔ تب موسیٰ نے کہا، تم جان لوگے کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ میں یہ سب کام کروں کیوں کہ میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا۔ اگر یہ آدمی (قارون اور اس کے رفقاء کی طرف اشارہ) ویسی ہی موت مریں جو سب لوگوں کو آتی ہے یا ان پہ ویسے ہی حادثے گذریں جو سب پر گذرتے ہیں تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں ہوں۔ پر اگر خداوند کوئی نیا کرشمہ دکھائے اور زمین اپنا منہ کھول دے اور ان کو ان کے گھر بار سمیت نگل جائے اور یہ جیتے جی پاتال میں سما جائیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو تم جاننا کہ ان لوگوں نے خداوند کی تحقیر کی ہے۔

اس نے یہ باتیں ختم ہی کی تھیں کہ زمین ان کے پاؤں تلے پھٹ گئی اور زمین نے اپنا منہ کھول دیا اور ان کو اور ان کے گھر بار کو اور قورح (قارون) کے ہاں کے سب آدمیوں کو اور ان کے سارے مال و اسباب کو نگل گئی۔ سو وہ اور ان کا سارا گھر بار پاتال میں سما گئے اور زمین ان کے اوپر برابر ہو گئی۔ اور وہ جماعت میں سے نابود ہو گئے اور سب اسرائیلی جو ان کے آس پاس تھے ان کا چلانا سن کر یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ سب کہیں زمین ہم کو بھی نہ نگل لے۔

مولانا اصلاحی نے قارون کے واقعہ کی حکمتوں پر گفتگو کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب کا ذکر کیا جو "بنی لاوی" کے قارون کی طرح بنو ہاشم کا سب سے بڑا دولت مند تھا اور دونوں کی اپنے اپنے وقت کے پیغمبر سے قریبی عزیز داری تھی کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد ہے تو ابولہب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا۔

دونوں بڑے سرمایہ دار تھے۔ قارون کا یہاں ذکر ہے تو ابولہب کا سورۂ ہمزہ اور سورۂ لہب میں۔ ابولہب خانہ کعبہ کا کلید بردار رفادہ کے پورے خزانے پر متصرف تھا۔ اس طرح اس نے حلال و حرام کے تمام راستوں سے بے شمار دولت اکٹھی کی تھی۔

دونوں بدترین قسم کے متکبر بخیل اور قسی القلب تھے (سخت دل)

دونوں اپنے اپنے وقت کے رسولوں کے شدید دشمن تھے۔ دونوں کی عناد کی نوعیت ایک طرح ہی کی تھی کہ قارون کی خواہش تھی کہ خاندان کی مذہبی پیشوائی اسے حاصل رہے کہ اس کے سرمایہ پر آنچ نہ آئے۔

اور ابولہب بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ کعبہ کا کلید بردار رہے اور رفادہ کی دولت اس کے تصرف میں رہے۔ انجام کے اعتبار سے بھی دونوں عبرت ناک انجام کا شکار ہوئے۔ قارون کا یہاں پڑھ لیا ابولہب کا انجام سورۂ لہب میں آئے گا۔

آخر میں مولانا لکھتے ہیں:

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ یہاں قارون کے پردے میں درحقیقت ابولہب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ابولہب پرستوں کا ذکر ہوا ہے۔ جب تک قرآن میں بیان کردہ واقعات کا یہ پہلو سامنے نہ ہو اس وقت تک ان کی اصلی حکمت واضح نہیں ہوتی[۳۵]

خواجہ عبداللہ الانصاری کی تفسیر میں ہے۔

مفاتح مِفتح بکسر میم کی جمع ہو تو چابی کو اور جمع مَفتح بفتح میم ہو تو خزانہ کو کہتے ہیں۔ اس کی دلیل قرآن عزیز کی آیت ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو[۳۶]

اس آیت میں مفاتح خزانہ کے معنی میں ہے[۳۷]

پھر فرماتے ہیں کہ اُس نے اس دولت کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنے کے بجائے اپنے علم و ہنر پر ناز کیا اور کہا کہ "علم" سے مراد "علم کیمیا" ہے۔ یہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[۳۸]

ابن کثیر میں بھی "علم" سے مراد "علم کیمیا" لکھا ہے لیکن ساتھ ہی اسے ضعیف قول بھی قرار دیا ہے۔

ابن کثیر کی رائے میں اس کا مقصد تھا کہ میری اہلیت کے سبب میرے استحقاق کے طور پر یہ مال مجھے ملا[۳۹]

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "مفاتح" کے متعلق یہی لکھا کہ یہ "مفتح" کی جمع ہے بکسر میم چابیوں کے معنی میں اور بفتح میم خزانوں کے معنی میں[۴۰]

صاحب کشاف نے بھی مفاتح سے متعلق امام رازی والی رائے ہی کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح صاحب کشاف نے "علم" سے مراد علم کیمیا ہی لیا ہے جس کی نسبت حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے[۴۱]

"کنوز" کے سلسلہ میں حضرت عطا کی رائے یہ ہے کہ اسے بہت سے مخفی خزانے میسر آ گئے تھے اور ولید بن مروان کی رائے میں وہ علم کیمیا جانتا تھا[۴۲] ساتھ ہی قرطبی میں مفتاح سے متعلق امام رازی، صاحب کشاف اور خواجہ عبداللہ انصاری والی رائے کا اظہار کیا ہے۔ "علم" کے حوالہ سے قرطبی میں ہے کہ اس کا موقف یہ تھا کہ میرے استحقاق اور میری فضیلت کے پیش نظر یہ مال مجھے ملا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول وہ سونا بناتا تھا[۴۳]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے دراصل قارون کے حوالہ سے اس ذہنیت کا ذکر کرنا تھا جو مال و دولت کے لیے اپنے علم و ہنر کو سبب قرار دیتی اور اللہ رب العالمین کے وجود پاک کی قولاً اور عملاً یا کم از کم عملاً نفی کر دیتی ہے۔ یا یہ کہ اُس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ چونکہ معاشرہ میں میرے جیسا پڑھا لکھا فاضل اور باکمال کوئی نہیں اس لیے یہ سب کچھ مجھے ہی ملنا چاہیے تھا۔ ملوں کے پرمٹ، درآمد و برآمد کی تجارت پر اجارہ داری، بینکوں کی مراعات، زرعی زمینیں اور فارم، معدنیات۔ الغرض جو وسائل رزق ہیں، وہ میرا ہی حق ہے باقی لوگ میرے نوکر غلام بن کر رہیں، ان کے قلب و جگر کا خون میری ملوں کی چمنیوں کا دھواں بن کر اڑتا ہے اور اتنی محنت کے بعد میں اسے بطور خیرات چند کوڑیاں بخش دوں تو میری مرضی ورنہ دنیا کا کوئی قانون اور ضابطہ ہمیں پوچھ سکتا ہے نہ ہم سے باز پرس کر سکتا ہے کیونکہ جہاں دولت و ثروت کے مالک ہم ہیں وہاں قانون بھی ہماری چشم ابرو کا محتاج ہے قانون بنانے والے ہمارا پانی بھرتے ہیں اور اپنے استحکام کے لیے "اتفاق" کی دولت کے محتاج ہیں ہم جب چاہیں حقوق کی بات کہنے کرنے والوں کو اپنا لوہا پگھلانے والی بھٹیوں میں ڈال دیں تاکہ ان کا نشان مٹ جائے اور کوئی سڑک پر آکر ہماری درندگیوں، ناانصافیوں اور ظلم و زیادتی کا بھانڈا پھوڑنا چاہے تو ہم "مفتی شہر" کو استعمال کرکے بہت سے بزعم خود غلط مولویوں اور سرمایہ داروں کے گماشتوں سے "فتوائے کفر" اور سوشلسٹ ہونے کا فتویٰ لے سکتے ہیں اور ایسے "گناہ گاروں" کو جہنم کی وعید سنا یا سنوا کر ان کا منہ بند کر سکتے ہیں تاریخ ان تمام حقائق کا راز بے نقاب کرتی اور ایسے جرائم پیشہ لوگوں کی ذہنیت آشکارا کرتی ہے۔ ساتھ ساتھ قاضیٔ ازل کا فتویٰ و فیصلہ بھی موجود ہے کہ ایسے لوگوں کو چھٹی اور ڈھیل ملتی ہے لیکن ایک خاص وقت تک، اس کے بعد انہیں نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

حضور اقدس محمد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ فرمایا!

یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل اور مہلت دیتے ہیں حتیٰ کہ جب اسے پکڑتے ہیں تو اسے حضرت حق جل وعلی مجدہٗ کی پکڑ اور گرفت سے کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ پھر اس کی دلیل میں آپ نے قرآن عزیز کی یہ آیت پڑھی۔[۱۴]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(جو سورۂ ہود کی آ درجس کا ترجمہ ہے)

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں (والوں) کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے[۴۵]

اس لیے ایسے دولت پرستوں کو اس طرح بے لگام نہیں ہونا چاہیے بلکہ جو کچھ ہوا اسے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اپنے آپ کو اس کا امین خیال کرنا چاہیے اور پھر اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا چاہیے۔

اب اس حوالہ سے ایک اور مقام قرآنی غور کے قابل ہے۔ ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! بہت سے عالم (علماء سوٗ) اور فقیر (پیران تسمہ پا) لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ (میں خرچ کرنے) سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے۔ جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے[۴۶]۔

مولانا امین احسن اصلاحی اس مقام پر لکھتے ہیں کہ

اوپر اہل کتاب کے ان جرائم کا ذکر تھا جن کا ارتکاب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کے معاملہ میں کیا (یعنی حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کی اولاد کہنا، اپنے علماء اور مشائخ کو معبود بنا لینا وغیرہ) اب خلق خدا کے معاملہ میں ان کے جرائم کا ذکر ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کسی بھی پہلو سے ان کی افادیت اب باقی نہیں رہی بلکہ یہ ہر طرح سے اس دھرتی کے لیے بوجھ بن چکے ہیں اور اس بات کے سزاوار ہیں کہ ان کے وجود سے مخلوق کو نجات ملے۔

اس خاص پہلو کا یہاں لحاظ رہے کہ یہاں ان کے مشائخ اور علماء کے کردار کا ذکر ہے اور اسے بے نقاب کیا گیا ہے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جن کے خواص کے اخلاق اس درجہ فاسد ہو چکے ہوں ان کے عوام کا کیا حال ہوگا؟ اور وہاں اصلاح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کیا توقع ؟

قضا و افتا کے مناصب علماء یہود کے پاس تھے تو عیسائی راہب تو نجات کے پروانے تک بانٹتے اور اس سے بڑھ کر ستم یہ کہ ان لوگوں نے عوام کی زکوٰۃ و صدقات کا مصرف بھی اپنے آپ کو بنا لیا تھا۔ اس طرح دولت سمیٹنے کے لیے انہوں نے سارے دروازے کھول رکھے۔

حتیٰ کہ سودی کاروبار بھی انہوں نے کھلے بندوں اختیار کر رکھا تھا[۱۴۴] اور قرآن نے یہ بھی اشارہ کیا کہ وہ غیر اسرائیلیوں کے مال شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر جاتے[۱۴۵] سیّدنا عیسیٰ علیہ السّلام نے اسی زبردستی پر ان کی زبردست مذمت کی اور فرمایا کہ تم نے میرے باپ (رب) کے گھر کو چوروں کا بھٹ بنا دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ دوسروں کو تو زیرے اور سونف پر بھی عشر کا حساب بتاتے ہو لیکن خود دوسروں کا مال ہڑپ کر جاتے ہو۔ سیّدنا مسیح نے ان کے علماء اور مشائخ کو رہزن اور بٹ مار ارشاد فرمایا کہ یہ لوگوں کو حق پرستی کی راہ بتائیں مرشد و ہادی کا کردار ادا کریں لیکن انہوں نے اپنی ساری صلاحیتیں اس راہ پر خرچ کرنا شروع کر رکھی تھیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکیں۔ جو لوگ دولت خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری دینے کا مقصد یہی ہے کہ واضح کیا جائے کہ دولت جمع کرنے کی نہیں خرچ کرنے کی چیز ہے۔ یہاں اس بات کو بھی واضح طور پر سمجھ لیں کہ اس عذاب کی وعید ان کے لیے نہیں جو ایتائے زکوٰۃ سے جی چراتے ہیں بلکہ مطلق ان لوگوں کے لیے ہے جو انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے صاحب مال سے دو مطالبے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی دوسرا یہ کہ وہ اپنا مال سمیٹ کر رکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ پہلا مطالبہ قانونی ہے جسے اسلامی حکومت ہر شہری سے بجبر بھی وصول کرے گی دوسرا مطالبہ گو بجبر پورا نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا اختیار صاحب مال پر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن انسان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے مقام و مرتبہ کا انحصار اسی رضا کارانہ اور آزادانہ انفاق پر ہے۔ اسی انفاق سے آدمی کے ایمان کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ یہی حکمت کا خزانہ ہے۔ اسی سے نور قلب میں افزونی ہوتی ہے۔ ایک شخص جس نے بے شک قانونی مطالبہ پورا کر دیا ہو اور اس کے پڑوس میں نادار، مسکین، یتیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بے کس بستے ہوں وہ خیر و بھلائی کے اجتماعی اور انفرادی کاموں سے لاتعلق ہو۔ اور اس کے پاس مال کے ڈھیر ہوں تو قانونی تقاضا پورا کرنے کے باوصف وہ مسئولیت سے نچ نہیں سکتا۔

سورۂ توبہ میں ہی آگے چل کر ان منافقین کا ذکر ہے جو مال رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو تاوان خیال کرتے ہیں[۴۹] قرآن کریم نے ان کی زرپرستی کو ان کے نفاق کی دلیل قرار دیا (حدیث مبارکہ میں بھی منافقت کی علامتوں میں ایک علامت یہ ذکر کی گئی کہ وہ امانت واپس نہیں کرتے اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں[۵۰]) اور اس پر ان کو سخت ترین وعید سنائی[۵۱]

مولانا اصلاحی نے اس مقام پر ایک بڑے خطرناک مغالطہ کی طرف توجہ دلائی اور اس کی اصلاح فرمائی جو اچھے اچھے لوگوں میں پایا جاتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

کہ بعض لوگ صحابہ کرام کی دولت مندی کی مثال دے کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ کے بعد دولت جمع کرنے میں حرج نہیں۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ صحابہ میں جو دولت مند تھے ان کی دولت مندی کاروباری اور تجارتی نوعیت کی تھی۔ جائز کاروبار اور تجارت میں سرمایہ کاری اور اس کو بڑھانا کنز نہیں بلکہ یہ اکتساب دولت ہے اور یہ اسلام میں کوئی مذموم فعل نہیں بلکہ محمود فعل ہے۔ حلال راستوں سے کمانا، اسراف و بخل سے پرہیز، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کے بعد فاضل دولت کا کھلے اور چھپے (ضرورت کے تحت) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، ایک سچے خدمت گذار اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کا کام ہے، صحابہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات ایسے ہی دولت مند تھے، ان حضرات کی دولت مندی سے مسلمانوں کو جو فائدہ پہنچا اس سے کون انکار کر سکتا ہے[۵۲]

مولانا نے یہ بھی واضح کیا ہے اور بالکل صحیح کہ زکوٰۃ لازمی اور جبری چیز ہے جبکہ انفاق رضاکارانہ طرز عمل کا نام ہے اور اس کی ساری برکات اسی میں ہیں کہ اپنی خوشی سے یہ کام کیا جاتا رہے۔ حکومت کا فرض یہ ہے کہ وہ تمام تعلیمی و ترغیبی ذرائع سے کام لے کر اس بات کا اہتمام کیا کرے کہ لوگوں میں ذخیرہ اندوزی نہ پھیلنے پائے بلکہ ان کے جذبۂ انفاق کو ابھارتی رہے۔ اس کا سب سے مؤثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طریق یہ ہے کہ صاحب امرا اور خواص متوسط درجہ کی زندگی اپنائیں اور دوسروں کو بھی اسی کی تعلیم دیں اور ان رجحانات کی شدت سے حوصلہ شکنی کریں جو لوگوں کو معیار زندگی اونچا کرنے کے مرض میں مبتلا کرنے کا سبب ہوں۔[۵۳]

مولانا المحترم نے بالکل صحیح لکھا لیکن آج ہماری مشکل یہ ہے کہ انڈونیشیا سے مراکش تک نصف صد سے زائد مسلم ممالک کے حکمرانوں اور خواص ہی کا مزاج بگڑا ہوا ہے۔ جن ممالک میں شاہی نظام رائج ہے وہاں کے حکمران اور ان کے خاندانوں کے شہزادے اس طرح کی پرتعیش زندگی گذارتے اور قومی دولت کو بے محابا اڑاتے ہیں کہ الامان۔ شاید غیر مسلم حکمران بھی ایسی حرکات نہ کریں پھر انہوں نے اپنی بداعمالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے اپنے ممالک میں اہل علم حلقوں کو اس طرح پال پوس رکھا ہے کہ زار روس کے زمانہ کے پادریوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور اب سے آگے انہوں نے بیرونی ممالک میں مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی اور دعوت و تبلیغ کے نام پر ایسی لابیوں کے خورد و نوش کا معقول اہتمام کر رکھا ہے کہ توبہ بھلی۔ اور یہ لوگ جن کا کھاتے ہیں انہی کا گاتے ہیں جن مسلم ممالک میں فوجی یا نیم فوجی حکومتیں ہیں (اور ایسے ملک کم نہیں) ان میں بھی ملکی خزانہ اور وسائل رزق پر ایک بہت ہی محدود طبقہ کا قبضہ ہے اور اس کی سب سے بدترین مثال شاید ہمارا اپنا پیارا ملک ہے جو ۴۲ برس قبل "اسلام کے نظام عدل" کی تجربہ گاہ کے طور پر بنا لیکن عملاً وہ ہندو سرمایہ دار کے مقابلہ میں مسلم سرمایہ دار کی جنت اور کالونی بن کر رہ گیا۔ وسائل دولت پر ایک محدود طبقہ کی اجارہ داری اور مذہبی بہروپیوں کا ایک طبقہ ایسے لوگوں کے لیے وظیفہ دعاگوئی میں منہمک ہے۔ نتیجہ سامنے ہے کہ ایک طبقہ کے جوتے کی چمک کا جواب نہیں (اور یہ بہت محدود طبقہ ہے) تو اکثریت نانِ جویں کی محتاج ہے، ضرورت کے کپڑوں اور لباس کے لیے پریشان ہے گذارے کی جھونپڑی کے لیے ماری ماری پھر رہی ہے۔ اس کے بچے زیور تعلیم سے محروم اور اس کے بیمار علاج کی سہولتوں سے محروم ہیں۔ پشاور سے کراچی تک سفر کیجیے اور ریل کے ذریعہ۔ ہر شہر اور آنے والا ہر اسٹیشن آپ کا اس طرح استقبال کرے گا کہ تباہ حال بستیاں چاروں طرف نظر آئیں گی۔ گندے پانی کے جوہڑ ہوں گے، مکھیوں اور مچھروں کی بہتات ہوگی، برائے نام جھونپڑیوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دروازوں پر پھٹے ہوئے ٹاٹ ہوں گے، لیکن جب آپ اسٹیشن سے شہر میں گھومیں گے تو آپ کو پشاور میں صدر کا علاقہ، پنڈی میں صدر اور اس سے ملحقہ جدید بستیاں، لاہور میں گلبرگ شادمان، ماڈل ٹاؤن، شاہ جمال، گارڈن ٹاؤن کے علاقے اور اسی طرح ہر شہر میں جدید ترین بستیاں نظر آئیں گی۔ جن کے محلات نما مکانات، لان میں کھڑی کئی کئی گاڑیاں، باتھ رومز کا غیر ملکی سامان، غیر ملکی فرنیچر، کراکری اور پردے۔ اور نہ معلوم اور کیا کیا اس ملک کی اکثریت کا منہ چڑاتے نظر آئیں گے۔ اور آپ مرکز حکومت اسلام آباد چلے جائیں تو زندگی کے تفاوت کا یہ حال ہوگا کہ ایک طرف کنالوں میں پھیلے ہوئے محلات۔ جو فوجی افسروں، سیاسی لیڈروں، صنعت کاروں، زمینداروں، وزراء اور ایسے ہی خواص کی ملکیت ہوں گے تو چھوٹے درجہ کے ملازمین کے کواٹر اس طرح ہوں گے کہ اگر اس غریب ملازم کا کوئی مہمان آگیا تو سونے کی جگہ نہیں، اس کے باتھ روم کا دروازہ ایسا کہ بھاری وجود کا آدمی سیدھا گذر نہیں سکتا اور تنخواہ اس کی اتنی محدود کہ اس شہر میں وہ زندگی کا رشتہ قائم رکھنے سے محتاج ہے اور سسک کر زندگی گذار رہا ہے۔ ملک بھر کی جدید بستیوں میں مساجد کو آپ دیکھیں تو ایک سے ایک بڑھ کر۔ کہ سرمایہ پرست اور ذخیرہ اندوز، بلیک میلر اور اسمگلر جنت میں مکان کے حصول کی غرض سے اس "نیکی" میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ اور سرمایہ پرست سال بہ سال حج اور عمرے کے چکر میں نظر آئیں گے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے گھر پر نظر پڑتے ہی پچھلے سال کی سود خوری ذخیرہ اندوزی، مردم آزاری اور سب جرائم معاف ہو جائیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا مکروہ تصور ہے اس دین برحق کا جو دین انسانیت ہے اور جس نے تمیز بندہ و آقا ختم کر کے ساری انسانیت کو ایک ماں باپ کی اولاد[۵۴] اور سارے مسلمانوں کو آپس میں بھائی قرار دیا[۵۵]

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ہے کہ

جب آیت کنز نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بربادی ہو سونے کے لیے، بربادی ہو چاندی کے لیے[۵۶]

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قول یہ نقل کیا کہ

مال کثیر جب جمع کر کے رکھا جائے تو وہ بہر حال قابل مذمت ہے قطع نظر اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کہ اس میں سے زکوٰۃ ادا کی گئی یا نہ کی گئی گویا ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بھی اس میں ایک گونہ مذمت کا پہلو ہے (کہ اس کے مالک نے اسلامی زندگی کے ٹھیٹھ اصولوں پر عمل نہیں کیا اور اسلام کی اعلیٰ اخلاقی روایات کی پاسداری نہیں کی)[۵۷]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توسط سے ارشاد فرماتے ہیں:

کہ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جس شخص کے پاس محض ایک اونٹ یا گائے یا بھیڑ ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس طرح پیش کیا جائے گا کہ وہ اس کو اپنی ٹانگوں اور سینگوں کے ساتھ روندیں گے اور یہ سلسلہ انسانوں کے فیصلے ہونے تک برابر جاری رہے گا[۵۸]

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی منقول ہے کہ:

صحابہ کرام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کی مذمت بیان کی تو ہم نے معلوم کرنا چاہا کہ کون سا مال بہتر ہے تاکہ ہم اس کی کمائی کا اہتمام کریں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے اس کا جواب آقائے مدنی سے پوچھوں گا۔ چنانچہ پیغمبر انسانیت نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان شکر کرنیوالا دل اور ایسی صالحہ بیوی جو دین کے معاملہ میں تمہاری معین و مددگار ہو[۵۹]

مشہور حنفی امام و فقیہ۔ امام جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی کہ علماء یہود و نصاریٰ احکامات کو چھپانے اور من مرضی کے فیصلے دینے کی غرض سے رشوت لیتے۔ جبکہ اس سے مراد وہ سارے طور طریق ہیں جن کے ذریعہ انسان مختلف قسم کے منافع حاصل کرے اور ان چیزوں کو اپنے تصرف میں لائے۔ ان کے بقول آیت کا ظاہری مفہوم بالکل واضح ہے کہ اس سے مراد سارے مال (اپنی جائز ضروریات سے زائد) کا خرچ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "لا ینفقونها" فرمایا ہے "لا ینفقون منها" نہیں فرمایا۔ پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایات کے حوالہ سے یہ ثابت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا کہ اونٹ بھیڑ بکری میں صدقہ ہے جبکہ سونے چاندی میں یہ ہے کہ وہ سب خرچ کیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا کہ مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں کہ میرے پاس سونا ہو اور تین دن سے زائد اس پر گذر جائیں الا یہ کہ کوئی ایسا نہ ملے جو اس کو مجھ سے قبول کرے ۔ یا یہ کہ میں اس قرضہ کے لیے اسے لے لوں جو مجھ پر ہو اور گویا ادا کر دوں۔

یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

"مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی بہت کچھ لازم وضروری ہے" اور دلیل کے طور پر آیت بر [۶۰]
تلاوت فرمائی (جس کا ذکر انشاء اللہ آئے گا) [۶۱]

علامہ رشید رضا مصری نے " اکل الاموال " کا مفہوم ہر اعتبار سے اخذ و تصرف کو قرار دیا ہے اور دلیل کے طور پر البقرہ کی آیت ۱۸۸ اور النساء کی آیت ۲۸ کو پیش کیا ہے ۔ علامہ نے آیت کنز کا مفہوم بالکل ظاہری معنوں میں لیا ہے اور اسے مقید نہیں کیا بلکہ مطلق رکھا ہے ۔ یعنی پورے کا پورا خرچ ۔ (جیسا کہ جصاصؒ کے حوالہ سے گذرا) اور فرمایا ہے کہ کنز سے مراد یہ ہے کہ دراہم و دنانیر (کسی شکل میں) صندوقوں میں بھر کر رکھ دینا ۔ مٹی میں دفنا دینا ۔ ان کو روک کر رکھ لینا ، (بینکوں یا مختلف النوع اسکیموں میں لگا دینا) اور خیر و بھلائی کے ان کاموں سے روک لینا جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ۔ سونے چاندی کو پتروں کی شکلوں میں اس سے مستثنیٰ قرار دینے کو علامہ نے عقل کا بگاڑ اور شریعت کی نافرمانی قرار دیا اور بتلایا کہ ڈھلے ہوئے سکے اور ان ڈھلی دھاتیں ایک ہی مفہوم رکھتی ہیں ۔ انفاق کے مفہوم میں انہوں نے واضح کیا کہ انسانی حاجات سے جو زائد ہے اس کے خرچ کو لازمی قرار دیا گیا ہے ۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ :

لکان الامر ظاهرا ۔ کہ معاملہ تو بالکل ظاہر و واضح ہے [۶۲]

مولانا ابوالکلام آزاد نے ان آیات پر جو فاضلانہ نوٹ لکھے ان کا خلاصہ یہ ہے ۔

یاکلون اموال النّاس بالباطل سے مراد ہے ۔

۱ :۔ بادشاہوں اور امراء کی مطلب برآریوں کے لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دینا ان فتووں پر انعام و اکرام ۔ مطالب شریعت توڑ مروڑ کر بیان کرنے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیلے بہانے اختیار کرتے تاکہ امراء کی ہوائے نفس پوری ہو ۔ اور اس پر معاوضہ وانعام لیتے ۔

۲ :۔ غیر اسرائیلیوں کا مال دھوکہ سے بھی کھا لیا جائے تو حرج نہیں ۔ آل عمران آیت ۷۵۔

۳ :۔ معاملات اور فیصلوں میں رشوت ۔

۴ :۔ جن کی نیکی کا زیادہ شہرہ ہو جاتا ان کے پاس ضرورت مند حاجت براری کو آتے اور نذرانے چڑھاتے ۔

۵ :۔ تمام مذہبی رسوماتِ واعمال کی باقاعدہ قیمتیں مقرر تھیں ۔ (جیسے اب بھی ہے کہ وعظ کی اتنی فیس، مردہ نہلانے کو اتنی، نومولود کے کان میں اذان کی وغیرہ ذالک) ۔

۶ :۔ مذہبی تعلیم وتعلم کو مخصوص طبقہ کے لیے خاص کر لیا عوام کو محروم رکھا اب بغرض ثواب کوئی سننا چاہے تو فیس دے اور سنے ۔ (معاوضہ پر قرآن خوانی) ۔

۷ :۔ نجات کے پروانوں کی تقسیم ۔ اس میں توبہ کی فیس الگ تھی ۔

۸ :۔ اور بھاری فیس پہ باقاعدہ پروانہ مغفرت کا الگ اہتمام تھا ۔

۹ :۔ تبرکات وآثار کا اہتمام اور ان کی زیارت کے لیے نذرانے ۔

۱۰ :۔ مقابر و مشاہد کی مجاوری ۔

۱۱ :۔ اصحاب سبت جیسے حیلے ۔

۱۲ :۔ مردہ کو بخشوانے کے لیے اہتمام اور اس کی فیس ۔

۱۳ :۔ دین کے نام پہ بھرپور دکان داری کہ کوئی کام نذرانے کے بغیر نہیں کرنا اور ہر کام اس لیے کرنا کہ اس کے ذریعہ کچھ ملے گا ۔

اس تصویر میں آج کے مسلمان علماء اور فقراء اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں ۔[۶۳]

آیت کنز سے متعلق ہم نے قدیم وجدید" خادمان قرآن" کے حوالہ سے جو کچھ عرض کیا ہے اس کا لب لباب اور خلاصہ یوں بنتا ہے کہ :

الف : آیت کنز مطلق ہے مقید نہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ب :۔ محض زکوٰۃ ادا کرنے سے بات نہ بنے گی ۔ اس سے آگے بڑھنا ہوگا بلکہ بہت ہی آگے ۔

ج :۔ اصحاب دولت اور ارباب ثروت جو وسائل رزق اور خزانوں پر سانپ بچھو بن کر مسلط ہو جاتے اور یہ سب کچھ اپنے الٹے تللّوں میں خرچ کرتے ہیں ۔ وہ تو بدترین قسم کے مجرم ہیں ، وہ علماء و فقراء جو کسی واسطہ سے بھی دانش فروشی کرنے اور علم کو بکاؤ مال بناتے ہیں اور اصحاب دولت پر رسوائے زمانہ حرکت کو دیکھ کر مٹی کے مادھو بنے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا رویہ اختیار کرتے ہیں ۔ اور اپنے ہی نذرانوں ، چندوں یا حج بدل تک کی فکر کرتے ہیں ، وہ بھی کم بدطینت و نامراد نہیں اور ان "گونگے شیطان" یا دانش و علم فروشوں کا بھی برا انجام ہوگا ۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ جب زار روس کے بہشتی پادریوں کی طرح ، اس امت کے رسوائے زمانہ اصحاب دولت و ثروت اور سرمایہ پرستوں کے بہشتی بان مولوی و پیر بھی کسی انقلاب کی نذر ہو جائیں ۔ اگر ایسا ہوا ۔ اور یقیناً ہوگا تو کسی کو تعجب نہ ہوگا ، بلکہ ایسا نہ ہوا تو تعجب ہوگا ۔ اس لیے جتنا جلد ممکن ہو ان سب طبقات کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ شعر نظروں میں رکھنا چاہیے ، جس میں انہوں نے فساد دین و ملت کی ذمہ داری ملوک و امراء اور ارباب علم و فقر پر ڈالی ہے ۔

وَمَا افسدَ الدّین الا الملوك ۔ واحبار سوء ورهبانها ۔

اس حوالہ سے چند آیات اور بھی مختصراً ملاحظہ فرمالیں :

۱ :۔ اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت (قرآن کے ایک حکم کے مقابلہ میں ساری دنیا تھوڑی ہے) پر نہ بیچو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو[۶۴]

۲ : شیطان تمہیں تنگ دستی کا وعدہ دیتا ہے (کہ خرچ کرنے سے نادار ہو جاؤ گے)

۳ :۔ اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے (البتہ منکرات ، تعیشات اور حظ نفس کے لیے خرچ کرنے پر ابھارے گا)[۶۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳ :۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن وہ نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص اٹھتا ہے جس کے حواس جن نے لپیٹ کر کھو دیے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ باقی سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے[۱۶۶]

۴ :۔ اے اصحاب ایمان۔ سود دونے پر دونا نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تمہارا چھٹکارا ہو اور اس آگ سے بچو جو (حقیقت میں) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے[۱۶۷]

۵ :۔ اور جو لوگ اس چیز پر (مال و دولت اور دوسری نعمتوں) بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے، قیامت کے دن وہ مال طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث و مالک ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے[۱۶۸]

۶ :۔ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عن قریب آگ میں داخل ہوں گے[۱۶۹]

۷ :۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو[۱۷۰]

۸ :۔ بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والے بڑائی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے، اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان ساتھی ہوا تو وہ برا ساتھی ہے[۱۷۱]

۹ : اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ گناہ پر اور ظلم پر اور حرام کھانے پر دوڑتے ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت برا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں، انکے فقرا اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے، البتہ بری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں [۲]

۱۰ : ۔ اور جس دن اُسے (کھیتی کو) کاٹو اس (اللہ تعالیٰ) کا حق ادا کر دو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا [۳]

۱۱ : ۔ کہہ دے! اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنھیں پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا [۴]

۱۲ : ۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے (ناداری میں یہ دعا مانگتے) اور نیکوں میں سے ہو جائیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ موڑ کر پھر بیٹھے [۵]

۱۳ : ۔ اور بعض گنوار ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر زمانہ کی گردشوں کا (مسلمانوں پر) انتظار کرتے ہیں ۔ (اللہ کرے) انہی پر بری گردش آئے [۶]

۱۴ : ۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا، اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا ہے ۔ اے ہمارے رب، یہاں تک کہ انہوں نے (ان ذرائع کو کام میں لا کر لوگوں کو) تیرے راستہ سے گمراہ کر دیا، اے ہمارے رب ان کے مالوں کو برباد کر دے الخ [۷]

۱۵ : ۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں، پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں [۸]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۶: ۔اور مال کو بیجا خرچ نہ کرو، بے شک بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں
اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۴۹ے
۱۷: یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو وہ چلائیں گے۵۰ے
۱۸: کیا تم ہر اونچی زمین پر کھیلنے کے لیے ایک نشان بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے
ہو شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے اور جب (غربا اور مسافروں پر) ہاتھ ڈالتے ہو تو بڑی
سختی سے پکڑتے ہو، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۵۱ے
۱۹: ۔اور ہم نے بہت سی بستیوں کو (ان کے مکینوں سمیت) ہلاک کر ڈالا جو اپنے سامان
عیش پر نازاں تھے سو یہ ان کے گھر ہیں کہ اُن کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر بہت کم،
اور ہم ہی وارث (و مالک) ہوئے۵۲ے
۲۰: جو مال سود پر تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے سو اللہ تعالیٰ کے وہاں
وہ نہیں بڑھتا۵۳ے
۲۱: ۔خبردار تم وہ لوگ ہو کہ جنھیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی غرض سے بلایا جاتا
ہے تو تم میں سے کچھ لوگ بخل سے کام لیتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے سو وہ اپنی ہی ذات
سے بخل کرتا ہے اس کا نقصان خود اٹھائے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ بے پروا ہے اور
تم ہی محتاج ہو۔ اور اگر تم نہ مانو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا
پھر وہ تمہاری طرح (بخیل) نہ ہوں گے۵۴ے
۲۲: ۔اور تمہیں کیا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین
کا ورثہ (و ملکیت) تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۵۵ے
۲۳: ۔ اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے
غافل نہ کر دیں اور جو کوئی ایسا کرے گا پس وہ نقصان اٹھانے والا ہے۵۶ے
۲۴: اور جس کا اعمال نامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا اے کاش میرا اعمال نامہ
نہ ملتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے کاش وہ (موت) خاتمہ کرنے والی ہوتی
میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، مجھ سے میری حکومت بھی جاتی رہی ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے پکڑو پھر اسے طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں ڈال دو پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسے جکڑ دو۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں رکھتا جو عظمت والا ہے اور نہ وہ مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت دیتا تھا پس آج اس کا یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ کھانا ہے مگر زخموں کا دھوون، اسے سوائے مجرموں اور خطا کاروں کے کوئی نہ کھائے گا۔[۸۷]

۲۵ :۔ ہر شخص اپنے اعمال کے سبب گروی ہے مگر داہنے ہاتھ والے۔ جن کو اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملیں گے۔ (وہ) باغوں میں ہوں گے ایک دوسرے سے پوچھیں گے گناہگاروں کی نسبت۔ کس چیز نے تمہیں دوزخ میں ڈالا؟ وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بے ہودہ گوئی کرنے والوں کے ساتھ بے ہودہ گوئی کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آپہنچی پس ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔[۸۸]

۲۶ :۔ کھاؤ اور چند روز فائدہ اٹھاؤ بے شک تم مجرم ہو، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے۔[۸۹]

۲۷ :۔ انسان اپنی ذلت کا شکوہ کرتا ہے تو حضرت حق جل وعلی مجدہ فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہیں (ہم نے تجھے ذلیل نہیں کیا) بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو اور میت کا ترکہ سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔[۹۰]

(تمہاری ذلت کے یہ اسباب ہیں)

۲۸ :۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہو کر رہا اور سچائی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لیے جہنم کی راہیں آسان کر دیں گے۔[۹۱]

۲۹ :۔ بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے جب وہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے۔[۹۲]

۳۰ :۔ بے شک ہوس نے تمہیں غافل کر دیا، یہاں تک قبریں جا دیکھیں الخ[۹۳]

۳۱ :۔ ہر غیبت کرنے والے طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت ہے جو مال کو جمع کرتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور اسے گنتا رہتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اسے سدا رکھے گا ہرگز
نہیں وہ حطمہ میں ڈالا جائے گا اور آپ کو کیا معلوم کہ حطمہ کیا ہے ؟ وہ اللہ تعالیٰ
کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچتی ہے بے شک وہ ان پر چاروں طرف
سے بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں ۹۴؎

۲۲ : کیا آپ نے اسے دیکھا جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے، پس وہ وہی ہے جو یتیم
کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھانے کی ترغیب نہیں دیتا ۹۵؎

۲۳ : ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا ، اس کا مال اور جو کچھ اس
نے کمایا اس کے کام نہ آیا ۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑے گا اور اس کی عورت
(بیوی) بھی جو ایندھن اٹھائے پھرتی تھی (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستہ
میں کانٹے بچھاتی) اُس کی گردن میں مونج کی رسی ہے ۹۶؎

قرآن عزیز جو کتابِ فطرت اور کتاب ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت
کے لیے حضرت محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ پر نازل ہوئی اور رہتی دنیا تک انسانوں
کے لیے رہنمائی کا سامان فراہم کرتی رہے گی ۔ اس کے چند مقامات کا محض ترجمہ ہم نے نقل کیا۔
مقصد بڑا واضح ہے کہ قارئین دیکھ لیں کہ دولت پرستی اور سرمایہ پرستی کے مریض کیسے ہوتے ہیں
اور ان کا انجام کیا ہوتا ہے ۔؟

ان لوگوں کے دل خشیت و خوف ربانی سے عاری ہوتے ہیں ، انسانیت کے لیے ہمدردی
و غم خواری اور مواساۃ کا مطلق ان میں جذبہ نہیں ہوتا ہے ۔ حرص و آز ان کی سرشت ہوتی ہے
اور بخالت و کمینگی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے وہ اپنے علم و ہنر کو اپنی دولت کا سبب
قرار دیتے ہیں اور دولت کے معاملہ میں اس بات کو مطلق بھول جاتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ
کی دین و عطا ہے اور اس نے ہمیں اس کا مالک نہیں امین بنایا ہے ہمارا کام ہے کہ ہم اس
پیدا کرنے والے اور سب کچھ دینے والے کی مرضی کے مطابق زندگی گذاریں اور اس کی منشا کے
مطابق خرچ و تصرف کا معاملہ اختیار کریں ۔ یقین جانیں کہ جب کوئی انسان اپنے رب کی مرضی
کے مطابق زندگی گذارتا اور ہر قدم اسکی منشا کے مطابق اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کے دروازے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پر کھول دیتا ہے۔

افسوس کہ آج جو صورت ہے وہ حد درجہ افسوس ناک نہیں شرمناک ہے۔ دنیا مادیت کے وسیع و عمیق سمندر میں غرق ہو کر رہ گئی ہے۔ اس نے اپنے پیدا کرنے والے کو بھلا دیا ہے اور آج کے ارباب دولت و ثروت بالعموم قارونی خیالات و تصورات کے مالک بن کر رہ گئے ہیں۔ ان کی آنکھوں پر حرص و ہوس کی پٹی بندھ چکی ہے اور سامری کے بچھڑے کی طرح ان کے قلوب میں دولت کی محبت سرایت کر گئی ہے جس کی وجہ سے اعلیٰ اخلاقی روایات دم توڑ کر رہ گئی ہیں اور انسان مہذب درندہ بن کر اخلاقی قدروں کو روند رہا ہے۔ اس صورت حال کو بدلنا ہم سب پر فرض ہے بالخصوص جو خواص کہلاتے ہیں۔ ان کی زیادہ ذمہ داری ہے ورنہ لمحوں کی غفلت لمبی بربادی کا سبب بن جائے گی۔

ے
یہ وقت بھی دیکھا ہے تاریخ کی گھڑیوں نے
لمحوں کی خطاؤں نے صدیوں کی سزا پائی

مہلت حیات کم اور مسائل بہت زیادہ سنگین شکل اختیار کر چکے ہیں۔ لازم ہے کہ بے قید سرمایہ کو مقید کیا جائے ظالمانہ جاگیرداری اور بے رحمانہ صنعتی اجارہ داری اور سفاکانہ سرمایہ داری کو اس طرح جڑ بن سے اکھیڑا جائے کہ تمیز بندہ و آقا ختم ہو کر رہ جائے اور اس دھرتی پر بسنے والے جملہ چھوٹے بڑے واقعی ایک کنبہ کے افراد بن جائیں۔ مال و دولت کے حوالہ سے قارونی نقطہ نظر آپ نے تفصیل سے ملاحظہ کر لیا اس کے برعکس قرآن عزیز جو عادلانہ اور مبنی برحق تصور پیش کرتا ہے اس میں وہ

الف :۔ سب سے پہلے انسانوں کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ تم اپنی ذات میں جو کچھ بھی ہو بہرطور اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے مملوک ہو، وہ تمہارا خالق ہے۔ تمہاری حیات و زندگی تک اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہ جب چاہے تمہارے جسم و جان کا رشتہ منقطع کر کے تمہیں اس دنیا سے اٹھالے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے۔

"تم اللہ تعالیٰ کا کیوں کر انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے (عالم ارواح)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر اس نے تمہیں زندہ کیا (حیات دنیوی) پھر تمہیں مارے گا (برزخ و قبر کی زندگی) پھر تمہیں زندہ کرے گا (نفخہ ثانیہ کے بعد کی حیات) پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (حشر کی حاضری اور بعد کے سارے مراحل) [۹۷]

ب:۔ رزق و روزی اور مال و جائیداد یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ، اس کا فضل اور اس کی دین ہے۔ اس میں انسان کے علم و ہنر اور اس کے کسب و اکتساب کا مطلق کوئی عمل دخل نہیں، آج کی دنیا میں۔ بالخصوص اپنے وطن میں ہم روزانہ مختلف طبقات کے بے روزگار نوجوانوں کے احتجاجی جلسے اور جلوس دیکھتے ہیں۔ جو علم و ہنر کی سند کے طور پہ ڈگریاں اور ڈپلومے اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر ہیں، انجینئر ہیں اور دوسرے طبقات کے لوگ ہیں علم و ہنر کی مصدقہ سندات اپنے پاس رکھنے کے باوصف وہ بیچارے جس حال میں ہیں وہ معلوم ہے پھر ان پڑھ مزدور اور دیہاتی گنواروں کو دیکھ لیں صبح گھر سے نکل کر کسی چوراہے پر اکٹھے ہو جائیں گے، کچھ کام پالیں گے اور کچھ بے نیل و مرام لوٹ جائیں گے۔ دنیا میں آپ کو ایسے بھی نظر آئیں گے جو مٹی کو ہاتھ لگائیں گے تو وہ سونا بن جائے گی اور ایسے بھی کہ جس کام میں ہاتھ ڈالیں گے نئی مشکلات سامنے کھڑی ہوں گی۔ الغرض انسانی مشاہدات اس بات کی سب سے بڑی سند و دلیل ہیں کہ یہ خزانہ کسی اور کے پاس ہے۔ کوئی ان دیکھی طاقت ہے جو اپنی خالص حکمت کے تحت عطا و بخشش کا کام کر رہی ہے۔ اور وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

قرآن جہاں خرچ کرنے کی بات کرتا ہے تو یہ کہہ کر کرتا ہے کہ جو ہم نے (اللہ تعالیٰ نے) تمہیں دیا اس میں خرچ کا مطالبہ ہے سورۂ بقرہ کی بالکل ابتدا میں جہاں اہل تقویٰ و صلاح کا ذکر ہے۔ ان کی نشانیوں اور خصائل کا ذکر کرتے ہوئے ایسے لوگوں کی ایک خصلت و خوبی ان الفاظ میں بیان کی۔

(اہل تقویٰ و صلاح وہ ہیں کہ) جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں [۹۸]

رزق و روزی کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ چند اور دلائل:

- اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ میں لے لی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

• ۔ اور تمہارا رزق اور جس شئے کا تم سے وعدہ کیا گیا آسمان میں (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں) ہے

• ۔ اور افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو، ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی۔

• ۔ اور آسمان اور زمین سے تم کو روزی کون پہنچاتا ہے؟ پس کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟

• ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے، بڑی مضبوط قوت والا ہے۔

• ۔ اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان بنا دیے ہیں اور ان کے لیے جن کو تم روزی نہیں دیتے (یعنی جنھیں تم نظر انداز کر دیتے ہو ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ہی نے اہتمام کیا ہے)۔

• ۔ وہ (اللہ تعالیٰ) وہ ذات پاک ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے[99]

ان آیات مبارکہ میں بغیر کسی تخصیص کے ہر فرد بشر کو مخاطب کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ معیشت و اسباب معیشت اللہ تعالیٰ کے خزانہ عامرہ کی عطا و بخشش ہے، اس کی ذات اور باقی صفات کی طرح یہاں بھی اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں۔

جبکہ درج ذیل آیات میں اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

• ۔ اور اس نے زمین میں اوپر سے پہاڑ رکھے اور اس میں (زمین میں) برکت دی اور چار دن میں اس کی غذاؤں کا اندازہ کیا (زمین کی پیدائش سے متعلق پوچھنے والوں کے لیے (یہ) اور (پورا) ہے۔

• ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی پھر جنہیں فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے ماتحتوں کو دینے والے نہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں پھر کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں[1]

یہ آیات اپنے مفہوم و معنی میں اتنی واضح ہیں کہ ان پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ ہی اس سے جو بات کھل کر سامنے آتی ہے، وہ ہے حق معیشت میں مساوات۔ اور یہ اعلان اتنا واضح اور صاف ہے کہ اس کا انکار چمکتے سورج کا انکار ہے۔ شیخ سعدی مرحوم نے کتنی خوبصورت بات کہی ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

یہ سوال اس مقام پر کھل کر سامنے آتا ہے کہ اس منشاء ربانی کو پورا کون کرے گا؟ لیکن اس کا جواب بڑی وضاحت سے یوں سامنے آتا ہے کہ اس میں شک نہیں رہتا۔ اس کی یہ ذمہ داری، اس عادلانہ حکومت کے سربراہ کی ذمہ داری ہے جسے "خلیفہ" کہا جاتا ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ دھرتی پر کوئی "حق معیشت" سے محروم نہ رہے۔ اسی احساس کے تحت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک سے مرنے والے کتے کی موت کا بھی اپنے آپ کو ذمہ دار ٹھہراتے۔ اور نہ کسی کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اس نظام میں ناجائز دخل اندازی کر سکے۔ جو حکومت اس منشاء ربانی کو پورا نہیں کر سکتی وہ بہر طور "فاسد نظام" کی حامل اور اسلام کے نظام عدل و احسان سے منحرف ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ (۲۹) کے تحت ماضی قریب کے جلیل المرتبت عالم ربانی مولانا محمود حسن شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمانِ واجب الاذعان "خلق لکم ما فی الارض جمیعًا" تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس (انسان) ہے اور کوئی شے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں بلکہ ہر شے اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ رفع نزاع و حصول انتفاع قبضہ کو علت ملک قرار دیا گیا اور جب تک کسی شے پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باقی ہے۔ اُس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک وقابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اُس کو اوروں کے حوالے کر دے کیونکہ باعتبار اصل دونوں کے حقوق اُس کے متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے زائد جمع رکھنا بالکل پسندیدہ نہیں گو زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے اور انبیاء وصلحاء اس سے بنہایت مجتنب رہے چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہ وتابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرما دیا، بہر کیف غیر مناسب وخلاف اولیٰ ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجۃ سے تو اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک "من وجہ" اس میں موجود!

تو گویا شخص مذکور من وجہ مالِ غیر پر قابض ومتصرف ہے اور اس کا مال بعینہٖ مالِ غنیمت کا سا تصوّر کرنا چاہیے وہاں بھی قبل تقسیم یہی قصہ ہے کہ کل مال غنیمت کل مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت وحصول انتفاع بقدر حاجت ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہے اُس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیے؟ (یعنی وہ خائن شمار ہوگا) انتہٰی

حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی دلیل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

●۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کے پاس قوّت وطاقت کا سامان اپنی حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ اس فاضل سامان کو کمزور شخص کو دیدے اور جس شخص کے پاس سامانِ خورد ونوش حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ فاضل سامان نادار اور حاجت مند کو دے دے حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ حضرت پیغمبر اسلام اسی طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔

• :۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی اس میں تاخیر نہ کرتا اور بلا شبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت اُن سے لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا۔

• :۔ امینِ امت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تین سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک موقعہ پر ان کا سامانِ خورد و نوش ختم ہونے کے قریب آ لگا پس حضرت ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کریں اور پھر سب کو جمع کر کے اُن سب میں برابر تقسیم کر کے ان سب کی قوت لایموت (ایسی روزی جس سے رشتہ حیات قائم رہے) کا سامان کر دیا۔

• :۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اور اس لیے اللہ تعالیٰ اُن سے قیامت کے دن اُس کی بازپرس کرے گا اور اس کوتاہی پر اُن کو عذاب دے گا۔[۱]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جلیل المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ان ارشادات کے بعد بھی اگر کسی کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہے اور مادیت و زرپرستی کے بت کی محبت سے سرشار دل وہی لایعنی راگ الاپتے رہیں جو ہمارے یہاں کے وڈیرے، زمیندار، اور ارباب صنعت و تجارت اور ان کے بے باک مولوی اور پیر الاپتے ہیں تو پھر اسی بات کا انتظار کرنا چاہیے کہ آسمان سے کوئی آفت نازل ہو اور معاشی ظلم کے ذمہ دار اس طبقہ کا کام تمام کر دے یا پھر زمین اسی طرح پھٹ جائے جس طرح قارون کے لیے پھٹی تھی۔

آج کی معاشی تباہ حالی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے اندلس کے اُس عظیم محدث نے اس طرح حل کیا ہے کہ اگر انسانیت کا احترام دل میں موجود ہو تو اس کے لیے کسی پنج سالہ منصوبہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرورت ہے نہ کسی کمیشن کے قائم کرنے کی۔

اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقرا، وغربا کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فے (بیت المال کی آمدنی) اُن غربا کی معاشی کفالت کو پوری نہ ہوتی ہو تو سلطان (امیر) ان ارباب دولت کو اس کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے (یعنی اُن کے فاضل مال سے بہ جبر لے کر فقرا کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور اُن کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ اُن کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔[۱۰۳]

اور صاحب محلی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر بھرپور بحث کرتے ہوئے لکھا:

اس بات پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا ننگا یا ضروریات رہائش سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔[۱۰۴]

اور ماضی قریب کے فاضل عالم اجتماعیات مولانا حفظ الرحمٰن۔ جن کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں اب بھی نمایاں مقام رکھتی ہے، لیکن جس پر بدقسمتی سے حیدر آباد دکن کے مخصوص ماحول میں پل کر پٹھان کوٹ کے مرکز دار الاسلام میں پہنچنے والے "مزاج شناس رسول" بزرگ نے اشتراکیت سے مرعوبیت کی پھبتی کسی تھی۔ وہ اس میں لکھتے ہیں کہ

صاحب محلی حافظ ابن حزم نے جو لکھا اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے۔[۱۰۵]

اس بحث سے بہت واضح طور پر سامنے آگیا کہ

- —— اسباب معیشت اور وسائل رزق پوری انسانیت کے لیے ہیں ان پر کسی کی اجارہ داری درست نہیں۔
- —— حکومت پر لازم ہے کہ وہ تمام معاملات کی طرح اس معاملہ کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کنٹرول میں رکھے اور ہر شخص کی ضروریات کی کفالت کرے اس کے لیے اسے ارباب ثروت سے زبردستی کرنا پڑے تو بھی کرے۔

• ——— معیشت میں تفاوت فطری بات ہے جیسا کہ النحل کی آیت ۷۱ سے واضح ہے لیکن اپنے ماتحتوں، زیر دستوں اور معاشرہ کے مظلوم طبقات کی مواسات و ہمدردی نہ کرنا بھی ظلم ہے اور یہ رویہ انعامات ربانی کی ناشکری کا مظہر ہے۔ یہ بات بھی اسی آیت سے ثابت ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ نے النحل کی اسی آیت نیز الزخرف کی آیت ۳۲ اور بعض دوسری آیات کے لیے "درجات معیشت" کا عنوان قائم کرکے ان آیات کے اندراج کے بعد لکھا:

گویا رزق میں تفاوت درجات کی مصلحت ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک جانب غنی کو صاحب ثروت بنا کر اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ثروت کو تنہا اپنی ملکیت نہ سمجھے بلکہ "انفرادی ملکیت کے باوجود" یہ یقین رکھے کہ وہ جس قدر زیادہ کمائے گا اُسی قدر اس کی دولت پر اجتماعی حقوق زیادہ عائد ہوں گے پس وہ صرف اپنے لیے نہیں کماتا بلکہ جماعت کے دوسرے افراد کے لیے بھی کماتا ہے۔

نیز یہ ذہن نشین رہے کہ درجات کا یہ تفاوت جماعت کے دوسرے افراد کو محروم المعیشت بنانے اور ذاتی اغراض کی خاطر معاشی دستبرد کرنے کے لیے نہیں ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت (عطاء ثروت) کا منکر ہے۔

کیونکہ یہاں دولت وسرمایہ کا مقصد زیادہ سے زیادہ نفع بازی نہیں ہے بلکہ انفرادی حاجات وضروریات کے ساتھ ساتھ اجتماعی حاجات وضروریات کی تکمیل بھی ہے دوسری جانب غیر متمول سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ متمول افراد ملت کے تمول کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفران اور ناشکر گذاری نہ اختیار کرے اور نہ بغض وحسد کو دل میں جگہ دے بلکہ طمانیت قلب کے ساتھ اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختصر فارغ البالی اور خوشحالی (یہ لفظ اس لیے آیا کہ ایک عادلانہ نظام میں کوئی محروم المعیشت نہیں ہوتا) پر شاکر رہے اور یا پھر عملی جد وجہد میں آگے بڑھ کر اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان تمام حقوقِ معیشت سے متمتع ہو اور غناء و دولت حاصل کرے جن کو تمام مخلوقِ خدا کے لیے عام اور مساوی کر دیا گیا ہے اور دوسرے افرادِ ملت کے حقوق اور اُن کی ذمہ داریاں اپنے حاصل کردہ مال پر اسی طرح عائد کرے جس طرح حکومت الہیہ (عادلانہ نظام) نے دوسرے ارباب دولت پر عائد کئے ہیں۔[۲۵]

اسلام نے توازن واعتدال کی راہ اپناتے ہوئے بڑے ہی حکیمانہ انداز میں تمام معاملات کو اپنی اپنی جگہ رکھا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر معاشرہ سکھ اور چین کا سانس لے سکتا ہے۔ روسی انقلاب کے علمبردار تک اس تھیوری اور نظام کے معترف ہیں۔ جیسا کہ مولانا سندھی کے حوالہ سے پہلے گذرا۔ البتہ جب وہ مسلمانوں کی بدعملی و بےعملی دیکھتے ہیں تو پھر ظاہر ہے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ بڑا المیہ ہے۔ آج کا مسلمان اگر اپنی اصلاح عملاً کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ ۲۱ ویں صدی کا سورج اس طرح طلوع ہوگا کہ اس دھرتی کے ہر کچے اور پکے مکان اور خیمہ میں اسلام کا نور موجود ہوگا۔ لعلّ اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

ج: اسلام کارگاہ حیات میں رہنے والوں کو عملی زندگی کی دوڑ میں برابر کا شریک دیکھنا چاہتا ہے لیکن وہ جب عمل کی ترغیب دیتا اور اس پر ابھارتا ہے تو بھی یہی احساس ذہن میں بٹھاتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش میں منہمک ہو۔

سورۂ جمعہ میں نماز جمعہ کے لیے کاروبار حیات معطل کرنے کا حکم ہے۔

اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جب نماز ادا ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل (روزی) تلاش کرو۔[۲۶]

گویا اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کے ذہن میں یہ بات جمانا چاہتے ہیں کہ روزی کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے لیے محنت وکسب لازم ہے لیکن کوئی یہ خیال نہ کرے کسب و محنت کے بعد روزی لازم ہے بلکہ یہ خیال کرے کہ محنت انسانی اور کسب وسیلہ ہے اسکا لازمی ثمرہ مطلوبہ نتیجہ کی شکل میں سامنے ضروری نہیں۔ محنت وکسب کو مؤثر بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ مؤثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقی اور فاعل و مختار اس کی ذات ہے۔ اس طرح کے اشارات قرآن عزیز میں اور بھی بہت ہیں لیکن اختصار کے خیال سے ہم اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

د :۔ اس کے بعد یہ سمجھنا لازم ہے کہ اسلام دولت کی گردش کا علمبردار ہے وہ اس بات کو لازم قرار دیتا ہے کہ دولت معاشرہ میں پھیلے نہ کہ کسی خاص طبقہ میں سمٹ کر رہ جائے۔ ایسی ہر شکل کو اسلام ناجائز قرار دیتا ہے اور اس کے انسداد و بیخ کنی کو لازم قرار دیتا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ میراث کا عظیم الشان قانون، یہ سب چیزیں اسی انقلابی اصول کا مظہر ہیں۔ قرآن عزیز کی آیت کنز اس کی سب سے بڑی دلیل ہے پھر علماء نے اس سلسلہ میں سورۂ حشر کے اس ٹکڑے کو بطور خاص اس سلسلہ میں پیش کیا ہے۔

"مال فی" (وہ مال جو بغیر لڑائی حاصل ہو جائے اس کی تقسیم میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق جیسے چاہتے تقسیم فرماتے۔ اس میں مجاہدین کا مال غنیمت کی طرح لازمی حصّہ نہ تھا، اس کی تقسیم کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہوئے کہا گیا تاکہ وہ (مال) تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتا رہے"[۱۰۸]

ہر چند کہ یہ آیت مال فے کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے لیکن اہل علم نے اسے مطلق رکھ کر مال کے لیے اصولی طور پر ثابت کیا کہ مال میں مطلق یہی اصول ہے کہ وہ گردش میں رہے لیکن اس طرح نہیں کہ ایک سرمایہ دار کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں چلا جائے۔ ہر چند کہ یہ گردش کی شکل ہے لیکن یہ ایسی شکل ہے جس میں دھوکہ اور فریب ہے صحیح گردش یہ ہے کہ اس کے منافع دور تک پھیلیں اور عام لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

پھر سورۂ توبہ کی آیت (۶۰) جس میں مصارف زکوٰۃ کا ذکر ہے اسے بھی گردش دولت کے ضمن میں بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ اقامت صلاۃ کے ساتھ اکثر جگہ ایتائے زکوٰۃ کا ذکر ہے وہ بھی فی الحقیقت اسی کی دلیل ہے۔ اور ایتائے زکوٰۃ کے حوالہ سے پچھلی اقوام اور ان کے انبیاء کا بھی ذکر ہے مثلاً ارشاد ہے :

اور ہم نے (سابقہ انبیاء کو) انہیں اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے[۱۰۹]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح " انفاق " کا جا بجا ذکر ہے تو وہ بھی اسی کا مظہر ہے۔ صرف دو مقام ملاحظہ فرمائیں

اور جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے ہی خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آموجود ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (یعنی انفاق فی سبیل اللہ سے رکنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے)[۱۱۱]

اس کے علاوہ جا بجا مختلف طبقات کا نام بنام اس طرح ذکر کیا گیا کہ ان پر خرچ کرو۔ اس فہرست میں رشتہ دار، مساکین، یتامیٰ، قیدی، پڑوسی اور نہ معلوم کون کون لوگ شامل ہیں۔ اور جا بجا یہ بات فرمائی گئی کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کی محبت کا تقاضا پورا کرنے کے لیے کرو۔

اس قسم کے مقامات کے حوالے سے مولانا حفظ الرحمن فرماتے ہیں:

ان آیات میں ادائے زکوٰۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن حکیم میں ایک بہت بڑا ذخیرہ ان ہی احکام کی ترغیب و تربیت، ان سے متعلق احکام اور تفصیلات پر مبنی ہے اور ان سب کی روح یہ کہ دولت و ثروت جمع و ذخیرہ کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف و خرچ کے لیے ہے اور اس کا مصرف ذاتی و انفرادی تعیش کی بجائے انفرادی و اجتماعی ضروریات کی کفالت ہے اسی لیے ان آیات کی تفسیر میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کیے گئے ہوں تو وہ مال احتکار و اکتناز کی فہرست میں شامل اور کنز سے متعلق وعید کا مصداق ہے اور اسی قسم کی دولت و ثروت کا نام "سرمایہ داری" ہے اور یہ حرام و باطل ہے اور تباہ کر دینے کے قابل۔ اور اپنی ضروریات اور اہل و عیال کی حاجات اصلیہ اور مالی فرائض و واجبات کی ادا کے بعد بھی دولت باقی بچے تو اس کا پس انداز کرنا گو کہ جائز مگر خلاف اولیٰ (اور ناپسندیدہ) ہے کیونکہ اب اس مال پر اجتماعی حقوق عائد ہو چکے ہیں اور اب اس کو اجتماعی حاجات میں صرف و خرچ ہونا چاہیے[۱۱۲]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاہم لازم رہے کہ دوسرے پیرے میں جس لیس انداز کرنے کو خلاف اولیٰ مگر جائز کہا گیا ہے وہ بھی اجتماعی فارغ البالی کے دور کی بات ہے ورنہ اس سے پہلے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے جو تفصیلات گذریں ان کے مطابق عمل ہوگا اور محروم و مساکین کی حاجت براری کے لیے اہل ثروت سے لازمی طور پر لے کر ان کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔ سورۂ ذاریات اور سورۂ معارج کی ان آیات کو بھی سامنے رکھیں جن میں ارشاد ہے ۔

- ——— اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محتاج کا حق ہوتا تھا ۔

(الذاریات : ۱۹)

- ——— صبح قیامت کے حوالہ سے مجرموں کا ذکر ہے کہ وہ خواہش کریں گے کہ اپنا سب کچھ فدیہ میں دے کر جان چھڑالیں ۔ لیکن ظاہر ہے ایسا نہ ہوگا ۔ جرم کیا ہوگا ۔ یہ کہ

اُس نے (دنیا میں) پیٹھ پھیری اور منہ موڑا اور مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا (معارج ۱۸-۱۷)

اس کے بعد یہ ارشاد ہوا کہ انسان بڑا کم ہمت ہے تکلیف پہنچتی ہے تو چلّاتا ہے مال ملتا ہے تو بخل پر اتر آتا ہے ۔

بعدازاں اُن اچھے ، بھلے اور شریف لوگوں کا ذکر ہے جن کو عزت و شرافت کا مقام نصیب ہوگا ۔ ان کی خوبیوں میں ایک خوبی ہے ۔

اور وہ جن کے مالوں میں حصّہ معین ہے سائل اور غیر سائل (سفید پوش ۲۵-۲۴) کے لیے ۔

یہ بالکل طے شدہ حقیقت ہے کہ ذاریات کی آیت ۱۹ ۔ اور معارج کی ان آیات (۲۴، ۲۵) کا زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ زکوٰۃ سے الگ انفاق و خرچ کا معاملہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توفیق بخشتا ہے ۔ یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بڑی پسند ہے ۔ ملاحظہ فرمائیں ۔

اور وہ (نیکوکار) اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان کا کہنا ہوتا ہے کہ) ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے اور نہ شکر گذاری ۔

- ——— (اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گردنوں کے چھڑانے میں (اس میں ابتدائی دور کی غلامی سے آزادی اور قرض سے چھٹکارا ہر دو شامل ہیں اور ظاہر ہے کہ قرض کسی وقت بھی ممکن ہے) مال دیتے اور خرچ کرتے ہیں۔

- (وہ لوگ قابل مثال و تقلید ہیں) جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے ان کے رب کے یہاں اجر و ثواب ہے اور ان پر نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے۔
- اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنے دلوں کو مضبوط کر کے (کہ دل میں ملال مطلق نہ ہو) خرچ کرتے ہیں، ایسی ہے جس طرح بلند زمین پر باغ ہو اس پر زور کا مینہ برسا تو وہ باغ اپنا پھل دوگنا لایا، اور اگر اس پر مینہ نہ برسا تو شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔[۱۳]

گویا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے مال خرچ کرنا اور "الاقرب فالاقرب" کا لحاظ کر کے رشتہ داروں پڑوسیوں، ملنے والوں پر اور اسی طرح درجہ بدرجہ خرچ کرتے چلے جانا حقیقی عظمت کی دلیل اور انسانی معراج ہے اور اسی سے بندے کو قرب الٰہی میسر آتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں تو فرمایا:

تم لوگ ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک اپنی محبوب ترین اور پیاری سے پیاری چیز سے کچھ خرچ نہ کرو۔ اور جو چیز تم خرچ کرو گے بے شک اللہ تعالیٰ (اسے) جاننے والا ہے[۱۴]

یعنی اس طریقہ پر مال صرف کرنا نتیجہ خیز ہے کیونکہ اس صورت میں تزکیہ نفس ہوگا۔ اور یہی عند اللہ قدر و قیمت رکھتا ہے[۱۵]

مولانا ابوالکلام فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مال و دولت بدعملیوں کے فدیے میں مقبول نہیں (جیسا کہ اہل کتاب کی عادت تھی اور ہے) مال و دولت کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے تم نیکی کی راہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اپنی محبوب چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینے کے لیے تیار نہ ہو جاؤ[۱۱۵]

مولانا اصلاحی فرماتے ہیں :

محبت اور وفاداری کی جانچ کے لیے یہ کسوٹی ایک ایسی کسوٹی ہے جو فی الحقیقت بنی اسرائیل (اور نام نہاد مسلمانوں) کا سارا بھرم کھول دینے کے لیے کافی تھی (اور ہے) کہ دینداری کی بے خرچ ظاہرداریاں تو وہ کسی نہ کسی حد تک بنا ہنے کی کوشش کرتے تھے لیکن جہاں معاملہ خرچ کرنے کا پیش آجائے اور وہ بھی محبوب مال کے خرچ کا تو پھر ان کا سارا دعوائے عشق و محبت آشکارا ہو جاتا حالانکہ جن حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی پیروی اور جن کی وراثت کے وہ تنہا دعویدار اور اجارہ دار بنے بیٹھے تھے اُن کے متعلق جانتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی وفاداری کا جو مقام حاصل ہوا محض زبانی جمع خرچ سے حاصل نہیں ہوا بلکہ اپنے محبوب اکلوتے بیٹے کی قربانی سے حاصل ہوا[۱۱۶]

اور قرآن عزیز تقویٰ اور قرب الٰہی کا بلند ترین اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے " العفو " راہ حق میں خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے جس کا معنی مولانا احمد علی لاہوری نے " جو زائد ہو " کیا ۔ یعنی ضروریات اصلیہ سے جو زائد ہے وہ خرچ کر دو اور ضروریات کو پھیلاؤ نہیں احتیاط سے خرچ کرو[۱۱۸]

مولانا ابوالکلام فرماتے ہیں :

سوال یہ تھا کہ مصارف جنگ اور اسی طرح کی دوسری قومی ضرورتوں کے لیے کس قدر انفاق کیا جائے ؟ فرمایا : کوئی خاص قید نہیں ، ضروریات معیشت سے جو کچھ فاضل ہو کر بچ رہے اسے راہ مقصد میں لگا دو[۱۱۹]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول " العفو " کا معنی ہے ما یفضل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن اهلك،

اور یہی نقطہ نظر حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت مجاہد، حضرت عطاء حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور متعدد جلیل المرتبت صحابہ و تابعین کا ہے[۱۲]

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

معنی یہ ہے کہ جو تمہارے حوائج اصلیہ سے بچے اسے خرچ کردو، اور اپنے آپ کو ایسی مشقت میں مبتلا نہ کرو کہ کنگال ہو کر رہ جاؤ (خواص ایسا کرلیں تو حرج نہیں جیسا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا، ہر شخص کا یہ معاملہ نہیں) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور متعدد صحابہ و تابعین کا یہی نقطۂ نظر ہے۔

کلبی نے کہا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ایسے لوگ تھے جنھوں نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے سال بھر کا واجبی خرچہ رکھ کر باقی سب راہ حق میں صدقہ کر دیا۔ (یہ حقیقی انسانیت اور دینداری ہے) بعض حضرات نے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد" وفی المال حق سوی الزکاۃ" کا بھی ذکر کیا کہ محض زکوٰۃ سے بات نہ بنے گی بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق ہے اور حق لازم وضروری کے معنی میں مستعمل ہے[۲۱]

گویا ولی اللہی فکر کے ایک صاحب نظر عالم کے بقول :

"العفو" کا نظریہ، معیشت اسلامی کا اخلاقی نظریہ ہے، فقہی نظریہ دوسرا ہے پیغمبر اسلام وسلمین اور امام خاتم ومعصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور جلیل القدر تابعین وصوفیاء علیہم الرحمۃ اسی اخلاقی نظریہ پر عامل تھے۔ ظاہر ہے کہ عوام کے لیے یہ بات ممکن نہیں لیکن خواص امت، امراء اور اہل علم کے لیے "العفو" والا نظریہ ہی ضروری ہے تاکہ معیشت میں اعتدال رہے[۲۲]

حکومت۔ جو اپنے آپ کو جملہ معاملات کا ذمہ دار قرار دیتی اور عوام کی ضروریات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کفیل ہے ۔اس کے ارکان خواص ہی نہیں اخص الخواص کہلاتے ہیں ۔ ان کے اعمال کا پورے معاشرہ پر اثر پڑتا ہے ۔ ذرا ایک نظر دیکھیں کہ حکومتوں کے ذمہ داروں کا کیا حال تھا۔ کیا وہ حکومتی خزانہ کو ذاتی جاگیر سمجھتے تھے اور جملہ وسائل پر ان کی اجارہ داری ہوتی تھی اور وہ اپنے حوالی موالی کا ہی لحاظ کرتے یا ساری قوم کا ؟

- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت پیشہ تھے لیکن حکومتی ذمہ داریوں کے سبب مشورہ کے تحت ان کے لیے اتنا وظیفہ مقرر ہوا جسے " قوت لا یموت " کہنا چاہیے [۱۲۳]
- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کا اتنا وظیفہ مقرر کیا جتنا اس شہر (جہاں وہ مقیم ہیں) کے حالات کے پیش نظر ضروریات کے لیے کافی ہے [۱۲۴]

حضرت عمر نے ہی خلافت کے بعد مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ خلیفہ کے لیے بیت المال سے کس قدر حلال ہے ؟

سب نے کہا کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی " قوت لا یموت " کی حد تک ۔ گویا تمام مسلمانوں کے برابر اس کا حصہ ہے ۔ حضرت عمر نے فرمایا ، میرا اتنا ہی حق ہے جتنا یتیم کے والی کا یتیم کے مال میں [۱۲۵]

- حضرت عمر کو ایک عام انسان کی خوش حالی کا جتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے فرمایا بخدا ۔ میں زندہ رہا تو اہل عراق کی بیوہ عورتوں کا ایسا نظم کر جاؤں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کے پاس حاجت مند بن کر نہ جائیں [۱۲۶]
- حضرت عمر کا ایک گرامی نامہ اپنے گورنروں کے نام ہے ۔

تمام لوگوں کو اپنے نزدیک برابر سمجھو ان میں قریب اور بعید انصاف اور حق کے معاملہ میں سب یکساں ہیں ۔ رشوت لینے اور اپنی خواہش کے تابع احکام دینے سے بچو اور اگر غصہ میں کسی سے جائز مؤاخذہ کرو تو حق پر قائم رہو اور دن کی ایک ساعت بھی حق کے خلاف نہ ہونے پائے [۱۲۷]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

• —— حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو لکھا :

بعد از حمد و صلاۃ : بے شک اللہ تعالیٰ نے امیر و امام کو حکم دیا ہے کہ وہ قوم کے نگہبان اور چرواہے ہوں، انہیں اس لیے امیر نہیں بنایا کہ وہ لوگوں کو ٹیکسز کے بوجھ سے دبا دیں۔[۱۲۸]

یہ حضرات ایسے تھے کہ لوگوں کا اپنے آپ کو خادم سمجھتے ان کے فرائض بے پناہ تھے لیکن حقوق عام انسان جیسے ۔ وہ عدالتی حاضری سے مستثنیٰ نہ تھے ان میں سے ایک ایک کی درجنوں ملیں یا اونٹ بھیڑوں کے لمبے چوڑے ریوڑ نہ تھے ان کے احساس کا یہ عالم تھا کہ :

حضرت عمر زمین سے مٹی اٹھا کر فرماتے : کاش میں مٹی ہوتا بلکہ کچھ نہ ہوتا اور میری ماں مجھے نہ جنتی۔[۱۲۹]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا :

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر والی وہ ہے جس کی رعایا خوشحال اور امن کے ساتھ ہو اور سب سے بدبخت والی وہ ہے جس کی رعایا بدحال اور پریشان حال ہو تجھ کو کجی سے بچنا چاہیے تاکہ تیرے ماتحت افسر بھی ظلم و کجی نہ کر سکیں۔[۱۳۰]

حکمران ان تمام باتوں کا اس لیے لحاظ فرماتے کہ انہیں معلوم تھا کہ پیغمبر انسانیت نے ساری مخلوق کو اولادِ آدم قرار دیا ہے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے، اس لیے سب کے حقوق برابر ہیں ۔ اسی طرح انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ آپ نے فرمایا ہے :

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے حق میں مفید ہو ۔

اور مولانا آزاد نے اسی لیے لکھا اور خوب کہا !

اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں، بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑپتی ہوں گے نہ مفلس و محتاج طبقے۔ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔[۱۳۱]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مقصد کے لیے حکومتی نظام وسٹم ٹھیک ہونا ازبس لازم ہے۔ کہ اسی پر سارا انحصار ہے جب حکومت کے ذمہ دار راشی۔ بد دیانت، سیم و زر کے بندے، اقربا پرور اور حکومتی حاضریوں سے مستثنیٰ ہوں گے، جب ان میں سے ایک ایک کی رہائش کے لیے ایکڑوں میں پھیلی کوٹھیاں ہوں ایک ایک کے لیے کئی گاڑیوں کا بیڑا ہوگا، ضیافت و مہمان نوازی کے لیے لمبے چوڑے فنڈ ہوں گے اور بغیر کسی حساب و آڈٹ کے ہنگامی ضروریات کے لیے بے پناہ فنڈز ایک ایک گورنر اور وزیر اعلیٰ کی ڈسپوزل پر ہوں گے تو معاشرہ میں بربادی نہ ہوگی تو کیا ہوگا؟

حضرت ابوبکر و عمر جیسے حکمرانوں کے وظائف کا قصہ سامنے آگیا۔ باقی طبقات میں جن لوگوں کو وظائف ملتے ان میں باقاعدہ فوج اور بے قاعدہ فوج کے لیے (اپنی مصروفیات میں مصروف لوگ لیکن وقت پر جہاد کے لیے حاضر) ایسا سسٹم تھا کہ ان کی مکمل فہرست تھی اور ان کے لیے اور ان کے اہل و عیال کے لیے حتیٰ کہ دودھ پیتے بچے کے لیے مناسب وظائف تھے [۱۳۱]۔

پھر اس ضمن میں جو ڈیلشنل اور اگزیکٹو کا عملہ تھا، جس نہج پر آج ان عمالوں کی تربیت اور ان کے مشاہرات ہیں اس سے یہ سلسلہ ایک تجارتی لائن اختیار کر چکا ہے۔ صدر اسلام میں ان کے وظائف ایسے تھے کہ ان میں اس بات کا لحاظ ہوتا کہ ان کی ضروریات کی صحیح کفالت ہو سکے اور دوسرے یہ کہ ان میں یکسانیت ہو (بالعموم) اس سلسلہ میں ہماری کلاسیکل کتابوں میں بڑی تفصیل موجود ہے۔ مثلاً امام ابوعبید فرماتے ہیں۔

عمال۔ حکام اور مسلمانوں کے والیوں کو بیت المال سے وظیفہ ان کی سعی اور کام کی محنت کے پیش نظر ملنا چاہیے [۱۳۳]۔

تیسرا وہ طبقہ تھا جو تعلیم و تبلیغ دین کے کاموں میں منہمک تھا ان میں مؤذن، ائمہ صلاۃ، خطباء۔ مدرسین و مبلغین سبھی شامل تھے۔ مساجد کی بنا و تعمیر و مرمت اور ان کی ضروریات کی کفالت اور عملہ کی تربیت و نگرانی سارے ہی کام حکومت کا فرض تھا [۱۳۴]۔ ہمارا محکمہ اوقاف آمدن والی مسجد لیتا ہے باقی کو نظر انداز کرتا ہے عملہ کے معاملہ میں بے پناہ کرپشن ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزارات کو پہلے سے زیادہ بدعات اور فسق وفجور کے اڈوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ کام کوئی اسلامی چھوڑ محض عادلانہ حکومت بھی نہیں کر سکتی۔

چوتھا طبقہ ان محروم المعیشت لوگوں کا تھا جو عذر و معذوری (کسی قسم) کے سبب کما نہ سکتے تھے۔ مزمن امراض میں مبتلا ضعف پیری کا شکار، تلف اعضا، یتیمی و بیوگی، سب اس کے حصے ہیں۔ ان کی کفالت سب سے زیادہ اہم ہے لیکن ہمارے محکمہ زکوٰۃ کی طرح نہیں جو ۲۰، ۴۰ روپے ماہوار دے کر غربت کا منہ چڑاتا ہے اور سارے سرمایہ کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے بلکہ ٹھیک ٹھیک انداز سے ان کی کفالت لازم ہے۔ بنیادی اصول یہ ہے۔

کہ ایک علاقہ کے امراء سے جو لیا جائے اسی علاقہ کے فقراء پر خرچ کیا جائے (بچ جائے یا دوسری جگہ زیادہ سنگین حالات ہوں تو الگ بات ہے)

مسلم کی روایت کے مطابق قبیلہ مضر کے پریشان حال لوگوں کے قافلہ کے آنے پر حضور اقدسؐ نے مسجد میں اجتماع کر کے ان کی حالتِ زار بیان کر کے لوگوں کو اجتماعی چندہ کی ترغیب دی جس سے نقد و جنس کی شکل میں بہت سا چندہ آیا اور یوں فوراً ان کی مؤثر کفالت کا انتظام ہو گیا[۱۳۵]

حتیٰ کہ معاملہ میں مزاج شناس نبوت، امام الاصدقأ والاتقیأ سیدنا ومخدومنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسوۃ اور طریقہ روح انسانیت کا پوری طرح غماز و مظہر ہے۔ آپ نے وظائف مقرر کئے تو بعض حضرات نے "السابقون الاولون" اور مہاجرین اسلام کی فضیلت و برتری کی طرف توجہ دلا کر چاہا کہ ان کے وظائف امتیازی ہوں لیکن حضرت صدیق نے ارشاد فرمایا:

تم نے اہل سبقت و فضیلت کی سبقت اسلام و فضیلت کا جو ذکر کیا تو اسے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں (ایک حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے) مگر وہ ایسی چیز ہے جس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے اور یہ معاش کا معاملہ ہے۔ سو اس میں ترجیح کے مقابلہ میں مساوات ہی بہتر ہے[۱۳۶]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اسی نکتہ کو حرف آخر بنا کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہمارے معاشرے میں آج کسی ایک فرد کی بھی یہ سوچ ہے ؟

میر و وزیر سے لے کر مولوی و پیر تک ہر شخص اسلام کی من مانی تعبیرات کرتا اور تاریخ اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کی فکر میں ہے ۔جس معاشرہ میں ایک محدود طبقہ وسائل رزق پر قابض ہو، حکومت ، سیاست ، صحافت اور عدالت پر اس کا تصرف ہو، اس کی رہائش کے لیے محل نما کوٹھیاں ہوں ، اس کی سواری کے لیے نئے نئے ماڈل کی گاڑیاں ہوں ، اس کے بچوں کے لیے ایچی سن ٹائپ کالج و اسکول ہوں وہ اپنی دولت سے سند، ڈگری اور سب کچھ خرید سکے ۔ اسمبلی و سینٹ تک پہنچ سکے ، روزانہ اخبار میں اپنی تصویر اور اپنی سرگرمیوں کی خبر چھپوا سکے اس معاشرہ کو اسلامی معاشرہ کہنا اسلام کی سب سے بڑی توہین ہے ۔ اور اس سے بڑھ کر جھوٹ اور منافقت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ فلاحی معاشرہ تب ہی قائم ہوگا جب توحید ربانی کی طرح " وحدت انسانیت " کا تصور حقیقت کا روپ دھارے گا ۔جب ہر شخص عدالت سے رجوع کر کے بڑے سے بڑے سے اپنا حق لے سکے گا اور کوئی فرد بشر عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ نہ ہوگا ، جب سہگل ، اتفاق کالونی کے مالکان اور سندھ و پنجاب اور سرحد و بلوچستان کے وڈیرے ، جاگیردار ، خوانین اور سردار ہی نہیں ، ایک عام شہری بھی الیکشن میں حصہ لینے کا حوصلہ اپنے اندر پائے گا ۔ جب ہر شخص کو مناسب لباس ، مناسب مکان ، تعلیمی وسائل حاصل ہوں گے ، اپنی بچی کو گھر سے رخصت کرنے میں کسی کو کوئی پریشانی نہ ہوگی ۔ استاذ کو اس کا حق ملے گا اور وہ صحیح معنوں میں استاذ ہوگا ۔ دیہات کا ہاری محنت کا صحیح معاوضہ حاصل کر سکے گا اور کارخانے کا مزدور ٹی ۔ بی کا شکار ہو کر اپنے بچوں کو داغ یتیمی اور بیوی کو بیوگی کا داغ دے کر رخصت نہ ہو جائے گا اس وقت تک معاشرہ نہ اسلامی ہے نہ فلاحی نہ انسانی ۔

دراصل ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم علامہ اقبال کے بقول " مظلوم اسلام " کا اپنی ضروریات کے لیے استعمال تو کرتے ہیں ۔ مثلاً الیکشن آگیا تو اسلام کی دہائی وغیرہ ذالک ۔ لیکن اسلام کے ابدی اور سرمدی اصولوں پر عمل نہیں کرتے ۔ پارٹی بازی ، تفرقہ بازی ، فرقہ واریت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری گھٹی میں پڑ چکی ہے، انسان انسانوں کی شکل میں بھیڑئیے بن چکے ہیں، معاشرہ میں غریب کی آبرو لٹ جائے تو تھانہ میں اسی کا مذاق اڑا کر اسی کو لاک اپ میں بند کر دیا جاتا ہے جیلوں کا عجیب احمقانہ نظام ہمارے سر پر مسلط ہے جس کے سبب "ملزم" عادی مجرم بن جاتا ہے، ہماری تعلیمی درسگاہیں کلاشنکوف کلچر اور ہیروئن فروشی کے اڈے ہیں۔ جس ملک کے اعلیٰ عہدیدار ہیروئن کے عالمی اسمگلر اور "کنگ" ہوں بھلا بتائیں اس ملک کے عام شہریوں کا کیا حال ہوگا؟

اس لیے ہم نے بڑے درد دل کے ساتھ اس موضوع پر قلم اٹھایا اور سب سے زیادہ انحصار اب کی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے آخری کلام۔ قرآن مجید و فرقان حمید پر رکھی کہ جس ذات اقدس پر یہ قرآن اترا، اس کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے عروج و زوال کو قرآن سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔

اصول سیدھے سادے ہیں۔ بنیادیں صاف ہیں، ضرورت صرف اور صرف عمل کی ہے جس سے مسلمانوں کی اکثریت محروم ہے اور جو جتنا بڑا ہے وہ اتنا ہی محروم ہے۔ غنی کاشمیری کا شعر ہے

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند
ایں چنیں ارباب دولت ملک را ویراں کنند

اگر ہم حضرات خلفاءِ راشدین سیّدنا ابوبکر۔ سیّدنا عمر۔ سیّدنا عثمان۔ سیّدنا علی۔ سیّدنا حسن۔ اور سیّدنا معاویہ۔ سلام اللہ تعالیٰ علیہم و رضوانہ کے دور کو واپس نہیں لا سکتے (جبکہ ہے یہ غلط واپسی ممکن ہے اور ضرور۔ کیونکہ اسلام قیامت تک کے لیے ہے) تو کیا اورنگ زیب عالمگیر اور ٹیپو سلطان کا دور بھی واپس نہیں آ سکتا؟

ہمیں یہ محسوس کرنا چاہیے کہ ظلم و زیادتی کی بنیاد پر کوئی معاشرہ زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ پاکستان ہماری ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کی نہیں۔ وہ اپنے کلمہ کی بلندی کا کام کسی سے لے سکتا ہے، لیکن۔ تاریخ میں بارہا کعبہ کو صنم خانے سے پاسبان ملے ہیں۔ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے، لیکن اس ملک کی بقا کا انحصار ہمارے اجتماعی رویوں پر ہے اور بہتری اسی شکل میں ممکن ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

در جہاں محتاجِ کس باشد نہ کس
نکتہ شرعِ مبیں ، این است و بس

کی نصیحت پر ہم عمل کرلیں۔

ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب

بدائع الصنائع
فی ترتیب الشرائع

تالیف: علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی المتوفی ۵۸۷ھ

جلد ہفتم

مترجم

پروفیسر خان محمد چاولہ

وکلاء، قضاۃ اور قانون سے متعلق حضرات کے لیے ایک ناگزیر ضرورت نفاذِ شریعت کے عمل میں ممد و معاون۔ اسلامی مدارس اور فقہِ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے ایک اہم کتاب۔

- دیدہ زیب پنج رنگہ ڈسٹ کور، عمدہ ڈائی دار جلد
- بہترین آفسٹ طباعت، ضخامت: ۹۰۰ صفحات

قیمت: صرف ۲۲۰ روپے ۔ دس کتب سے زیادہ منگوانے پر کمیشن ۵۰٪

- جلد پنجم، ششم (زیرِ طبع)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی

۱؎ البقرہ: آیت: ۱۳۱-۱۳۲ ترجمہ: مولانا احمد علی لاہوری ص ۳۰ مطبوعہ لاہور سنہ ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء۔

۲؎ المائدہ: آیت: ۳ ترجمہ مولانا لاہوری ص ۱۷۰۔

۳؎ البقرہ: آیت: ۱۲۸ ترجمہ ایضاً۔

۴؎ الحج: آیت: ۷۷-۷۸ ترجمہ ایضاً۔

۵؎ آل عمران: آیت: ۱۹۔

۶؎ النحل: آیت: ۴۴ ترجمہ مولانا لاہوری۔

۷؎ روایت مولانا عبید اللہ انور مرحوم خادم خاص مولانا سندھی۔ جو احقر نے ذاتی طور پر سنی۔

۸؎ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۲۸۸-۲۸۹ مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۱ء

۹؎ الروم: آیت: ۲۳۔

۱۰؎ رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۲۸۹-۲۹۰۔

۱۱؎ الحجرات: آیت: ۱۳۔

۱۲؎ رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۲۹۰۔

۱۳؎ الانفال: آیت: ۳۰۔

۱۴؎ رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۹۳۔

۱۵؎ رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۲۹۲۔

۱۶؎ یوسف: آیت: ۹۲۔

۱۷؎ البقرہ: آیت: ۲۰۱-۲۰۲۔

۱۸؎ المؤمنون: آیت: ۱۰۱ تا ۱۰۳

۱۹؎ الرعد: آیت: ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۰؎ النساء: آیت : ۱۵۰ تا ۱۵۲ ۔

۲۱؎ آل عمران : آیت : ۶۴ ۔

۲۲؎ المائدہ : آیت : ۴۸ ۔

۲۳؎ البقرہ : آیت : ۶۲ ۔ المائدہ: آیت : ۶۹ ۔

۲۴؎ الحشر : آیت : ۷ ۔

۲۵؎ البقرہ : آیت : ۲۷۸ ۔ ۲۷۹ ۔

۲۶؎ یہ درحقیقت حضور رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وہ خطبہ ہے جو آپ نے اپنے پہلے اور آخری حج کے موقعہ پر ارشاد فرمایا : یہ خطبہ "اُوتیتُ جوامع الکلم" کا شاہکار ہے کہ چند سطروں میں عقائد سے لے کر اخلاق تک کی تعلیم آپ نے ارشاد فرمادی اس کے عربی متن کے لیے ملاحظہ فرمائیں ۔

جاحظ : البیان والتبیین ج ۲ ص ۲۴، ۲۵ ۔

تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۱۳۲ ۔ ۱۳۳

تاریخ طبری حصہ سیرت ص ۵۳، تا ۵۵،

اردو نقل واخذ از سیرت رسول اکرم ص ۳۰۲ تا ۳۰۵

یوں اس کے متفرق ٹکڑے حدیث کی ہر کتاب میں موجود ہیں اور حضرت الامام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول اس کی تحریری نقل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوشاہ کو مرحمت فرمائی ۔

۲۷؎ القصص : آیات : ۷۶ تا ۸۳ ۔

۲۸؎ یاد رہے کہ اہل علم بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ جنہیں علم نافع کی دولت سے نوازا گیا ہو دوسرے وہ جو ایسے علم کے علمبردار ہوں جو نافع نہ ہو ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں سے پناہ مانگی ان میں پہلی چیز یہی ہے ۔

" وہ علم جو نفع نہ دے "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۷۰ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۵ ھ ۱۹۸۵ م

اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر نماز کے آخر میں جن چیزوں کی دعائیں مانگتے ان میں یہ بھی ہوتا۔

"کہ میں علم نافع کا سوال کرتا ہوں"

مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۷۰

"علم نافع" کی دولت جنھیں میسّر آجاتی ہے انہی کے لیے قرآن عزیز میں تعریفی تذکرہ ہے۔

المجادلہ: آیت: ۱۱

الزمر: آیت: ۹

الفاطر: آیت: ۲۸

قارون کی مغرورانہ روش پر ایسے ہی اہل علم نے منہ موڑ کر کم عقلوں کو سمجھانے کی کوشش کی ورنہ

برعکس نہند نام زنگی کافور ؎

کے مصداق "اہل علم" ہر دور میں موجود رہے ہیں جنھوں نے سرمایہ پرستوں کا دعاگو ہو کر ان کے ظالمانہ رویوں کو تحسین کی اور یوں مجرمانہ حماقتوں کا مظاہرہ۔ اور آج بھی ایسے احمقوں کی کمی نہیں۔

۲۹ؔ تفسیر عثمانی تلخیص ص ۵۱۰ تا ۵۱۲ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء۔

۳۰ؔ گنتی باب ۱۶: ۱-۳ بحوالہ تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی ج ۴ ص ۸۳۹ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔

۳۱ؔ تدبر قرآن ج ۴ ص ۸۳۹۔

۳۲ؔ تدبر قرآن ج ۴ ص ۸۴۰۔

۳۳ؔ تدبر قرآن ج ۴ ص ۸۴۴۔

۳۴ؔ گنتی باب ۱۶: ۲۸-۳۴۔ بحوالہ تدبر ج ۴ ص ۸۴۴۔

۳۵ؔ تدبر قرآن ج ۴ ص ۸۴۵-۸۴۶۔

۳۶ؔ الانعام: آیت: ۵۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۷ے کشف الاسرار وعدۃ الابرار ج ۷ ص ۳۴۴-۳۴۴ مطبوعہ تہران ۱۴۰۱ھ ۔
۳۸ے ایضاً : ص ۳۴۵ ۔
۳۹ے ابن کثیر ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ سہیل اکادمی لاہور ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء ۔
۴۰ے تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۱۴ مطبوعہ ایران ۔
۴۱ے کشاف ج ۳ ص ۱۹۰-۱۹۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۔
۴۲ے قرطبی ج ۱۳ ص ۳۱۱ ۔
۴۳ے قرطبی ج ۱۳ ص ۳۱۵ ۔
۴۴ے ہود : آیت : ۱۰۲ ۔
۴۵ے مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۴۱۷ ۔
۴۶ے التوبہ : آیات : ۳۴-۳۵ ۔
۴۷ے المائدہ : ۶۲-۶۳ ۔
۴۸ے آل عمران : ۷۵
۴۹ے التوبہ : آیت : ۶۷
۵۰ے آیة المنافق ثلاث ۔ واذا اؤتمن خان مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳ ۔
۵۱ے تدبر قرآن ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۶ (تلخیص)
۵۲ے تدبر ج ۳ ص ۱۵۶-۱۵۷ - (تلخیص)
۵۳ے تدبر ج ۳ ص ۱۵۷ ۔
۵۴ے النساء : آیت : ۱
۵۵ے الحجرات : آیت : ۱۰
۵۶ے کشف الاسرار وعدۃ الابرار ج ۴ ص ۱۲۶
وهكذا فی ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۱ ۔
۵۷ے تفسیر کبیر ج ۱۵ ص ۴۴ ۔
۵۸ے القرطبی ج ۸ ص ۱۲۵ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا کہ کنز وہ ہے جو انسان کی جائز ضروریات سے زائد ہو۔

۵۹ قرطبی ج ۸ ص ۱۲۷ ۔

۶۰ البقرہ: آیت: ۱۷۷ ۔

۶۱ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۰۴ ۔ ۱۰۵ مطبوعہ سہیل اکادمی لاہور ۔

۶۲ النساء ج ۱۰ ص ۴۰۲ ۔ ۴۰۳ ۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۔

۶۳ ترجمان القرآن ج ۳ ص ۴۰۲ ۔ ۴۰۹ (تلخیص)

۶۴ البقرہ: ۱۴۱ ۔

۶۵ البقرہ: ۲۶۸ ۔

۶۶ البقرہ: ۲۷۵ ۔ ۲۷۶ ۔ ۲۷۸ ۔ ۲۷۹ ۔

۶۷ آل عمران: ۱۳۰ ۔ ۱۳۱ ۔

۶۸ آل عمران: ۱۸۰

۶۹ النساء: ۱۰

۷۰ النساء: ۲۹ ۔ البقرہ آیت ۱۸۸ میں ہے:

اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ (رشوت) تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

۷۱ النساء: ۳۶ ۔ ۳۷ ۔ ۳۸ ۔

۷۲ المائدہ: ۶۲ ۔ ۶۳ ۔

۷۳ الانعام: ۱۴۱ ۔

۷۴ التوبہ: ۲۴ ۔

۷۵ التوبہ: ۷۵ ۔ ۷۶ ۔

۷۶ التوبہ: ۹۸ ۔

۷۷ یونس: ۸۸ ۔

۷۸ بنی اسرائیل: ۱۶ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۹ھ بنی اسرائیل : ۲۶ - ۲۷ -
۸۰ھ المؤمنون : ۶۴ -
۸۱ھ الشعراء : ۱۲۸ تا ۱۳۰ -
۸۲ھ القصص : ۵۸ -
۸۳ھ الروم : ۳۹
۸۴ھ سورۂ قتال (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آیت : ۳۸ -
۸۵ھ الحدید : ۱۰ -
۸۶ھ المنافقون : ۹ -
۸۷ھ الحاقہ : ۲۵ تا ۳۷ -
۸۸ھ المدثر : ۳۸ تا ۴۸ -
۸۹ھ المرسلات : ۴۶ - ۴۷ -
۹۰ھ الفجر : ۱۷ تا ۲۰ -
۹۱ھ اللیل : ۸ تا ۱۰ -
۹۲ھ العلق : ۶ - ۷ -
۹۳ھ التکاثر : ۱ - ۲ -
۹۴ھ سورۂ الھمزہ : ۱ تا ۹ -
۹۵ھ سورۂ الماعون : ۱ تا ۳ -
۹۶ھ سورۂ اللھب : ۱ تا ۵ -
۹۷ھ البقرہ : ۲۸ -
۹۸ھ البقرہ : ۳ -
۹۹ھ ہود : ۶ - الذاریات : ۲۲ - الانعام : ۱۵۱ - النمل : ۶۴ - الحجر : ۲۰
البقرہ : ۲۹
۱۰۰ھ حم السجدہ : ۱۰ - النحل : ۷۱ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰۱ه ایضاح الادلہ للشیخ محمود حسن دیوبندی معروف بہ شیخ الہند ص ۲۶۸ مطبوعہ دہلی ۔
۱۰۲ه محلی لابن حزم رحمہ اللہ تعالی ۔ ج ۶ ص ۱۵۸ ۔
۱۰۳ه المحلی لابن حزم ج ۶ ص ۱۵۶ مسئلہ ۷۲۵ ۔
۱۰۴ه المحلی ج ۶ ص ۱۵۸ ۔
۱۰۵ه اسلام کا اقتصادی نظام ص ۴۶ (حاشیہ) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء
۱۰۶ه اسلام کا اقتصادی نظام ص ۵۱ ۔
۱۰۷ه الجمعہ : ۹ ۔ ۱۰ ۔
۱۰۸ه سورۂ حشر : ۷ ۔
۱۰۹ه الانبیاء : ۷۳ ۔
۱۱۰ه المنافقون : ۹ ۔ البقرہ : ۱۹۵ ۔
۱۱۱ه اسلام کا اقتصادی نظام ص ۵۳ ۔ ۵۴ ۔
۱۱۲ه المعارج : ۲۴ ۔ ۲۵ ۔
۱۱۳ه الدھر : ۸ ۔ ۹ ۔ البقرہ : ۱۷۷ ۔ البقرہ : ۲۶۲ ۔ البقرہ : ۲۶۵ ۔
۱۱۴ه آل عمران : ۹۲ ۔
۱۱۵ه حاشیہ مولانا احمد علی لاہوری ص ۹۷ ۔
۱۱۶ه ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ دھلی ۔
۱۱۷ه تدبر قرآن ۔ ج ۱ ص ۴۴۷ ۔ ۴۵۷ ۔
۱۱۸ه البقرہ : ۲۱۹ ۔ حواشی مولانا لاہوری ص ۵۳ ۔
۱۱۹ه ترجمان القرآن ج ۲ ص ۱۷۷ ۔
۱۲۰ه ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۶ ۔
۱۲۱ه قرطبی ج ۳ ص ۶۱ ۔ ۶۲ ۔
۱۲۲ه مولانا اخلاق حسین قاسمی مہتمم جامعہ رحیمیہ دہلی کی تحریر جو احقر کے پاس ہے ۔
۱۲۳ه کتاب الاموال لابی عبید ص ۲۶۶ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۲۴ الاسلام والحضارۃ العربیہ ج ۲ ص ۱۳۱ ۔
۱۲۵ ایضاً ص ۱۲۸ ۔
۱۲۶ کتاب الخراج لابی یوسفؒ ص ۲۷ ۔
۱۲۷ اشہر مشاہیر الاسلام ج ۲ ص ۲۹۸ ۔
۱۲۸ ایضاً ج ۴ ص ۷۵۱ ۔
۱۲۹ ایضاً ج ۲ ص ۴۵۱ ۔
۱۳۰ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۰۴ ۔
۱۳۱ ترجمان القرآن ج ۲ ۔
۱۳۲ کتاب الاموال لابی عبیدؒ ص ۲۳۷ ۔
۱۳۳ کتاب الاموال ص ۶۰۶
اس کے علاوہ ص ۲۳۷، ص ۶۰۶ ۔ کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۸۶ ۔ ۱۸۷ ۔ اور حجۃ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہؒ کے متعلقہ ابواب بھی ملاحظہ فرمالیں ۔
۱۳۴ تفصیلات : کتاب الاموال ص ۱۶۵ ۔ ۱۶۸ ۔
۱۳۵ مسلم کتاب الزکوٰۃ ۔ مزید تفصیلات کتاب الاموال ص ۲۴۶ ۔ ۲۴۷ ۔ ۲۴۸ ۔ اور ص ۲۳۳ ۔ ۲۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں ۔
۱۳۶ تفصیل کے لیے، طبری ج ۴ ص ۲۵۴ ۔ ۲۵۶ ۔ شامی جلد ۴ ص ۳۲۵ ۔ کتاب الام للامام الشافعی ج ۳ : ص ۱۷۷ ۔ فتوح البلدان ص ۲۹۹ ۔ کتاب الخراج ص ۱۲۶ ۔ ۱۴۴ ۔ ۳۷ ۔ بدائع الصنائع ج ۴ ص ۳۸ ۔
۱۳۷ کتاب الخراج ص ۲۴ کتاب الاموال ص ۲۶۳ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلہ مطبوعات مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری — ۳۰

اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام

تألیف

ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

مرکزِ تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

نسبت روڈ ○ لاہور

© rasailojaraid.com